Title - QASIM AUR ZEHRA

Creator - Ahmad Ali Shauq Qidwai.

Publisher - Al Nazir Press (Lucknow).

Date - 1911

Pages - 93

Subjects - Urdu Drama.

الناظر پریس

ہدیہ بخدمت مولوی محمد
از طرف

قاسم اور زہرہ

از تصنیفات

منشی احمد علی صاحب شوق قدوائی

مصنف

...یل ... جمیل حسن سینس اور مذہب ...

جسکو

...ی ...ت علی صاحب کاکوروی مینیجر فلاورز لکھنؤ نے

سنہ ۱۹۱۱ء میں

...ین واقع امین آباد میں طبع و شائع کیا

قیمت قسم اول ۱۲/
دوم

صفحہ	سطر	مصرع	غلط	صحیح
۴۷	۱	۲	وُمُنہ پر	وہ مُنہ پر
ایضاً	۵	۱	ہنسانے	ہنسا نے
ایضاً	۶	۲	چمکانے والی کہیں	چمکانے والی ہیں
ایضاً	۱۳	۱	گر	مگر
۴۸	۱۲	۲	کہ جان	کہ کام
ایضاً	۱۳	۲	للہ سے	اللہ سے
۵۰	۱۵	۱	بوٹوں	بولوں
۵۲	۱۳	۱	حور ہرہ	جو زہرہ
ایضاً	۱۷	۲	کیوں نہیں آئی	کیوں نہ آئی
۵۴	۱	۱	بھوئی	بھُولی
۵۵	۲	۲	پیارے	پیارے
۵۶	۶	۲	پتھر کہ	پتھر ہیں
۵۸	۳	۲	سُمر	سَمر
ایضاً	۹	۱	نگاہیں امری	نگاہیں مری
ایضاً	۱۱	۲	ئیں قربان	میں قربان
ایضاً	۱۳	۱	ماون	ساون
۵۹	۱۳	۲	سے گئی	لے گئی
۶۰	۱۱	۲	چٹکسوں	چٹکیوں
۶۱	۵	۲	یہ دیدہ	وہ دیدہ
ایضاً	۷	۲	تُو	تو
۶۲	۷	۱	پرجائے	پڑجائے

صفحہ	سطر	مصرع	غلط	صحیح
۶۲	۱۴	۱	آے گی	آئے گی
۶۴	۲	۲	لاے کی دو بتیاں	لاے کی دو پتیاں
۶۸	۲	۱	مجھ سے	مجھ سی
۷۰	۱۴	۱	گرمی کا خون	گرمی سے خون
۷۲	۸	۱	زباں پرورش	زباں کی روش
ایضاً	۹	۲	پانوں	پانوں
۷۶	۶	۲	حان	جان
۷۷	۱	۲	مگر آئے	گرا ئے
ایضاً	۱۲	۲	توڑ ردے	توڑ دے
۷۸	۶	۱	پھر	[illegible]
۷۹	۷	۲	[illegible]	[illegible]
ایضاً	۵	۱	[illegible]	[illegible]
ایضاً	۷	[illegible]	[illegible]	[illegible]
۷۲	[illegible]	[illegible]	بچا	[illegible]
۸۳	۶	۱	حافظ	حافظہ
ایضاً	۷	۱	سنالیں	سنالیں
ایضاً	۸	۲	دنکا	ڈنکا
۸۶	۱۴	۱	چھٹ ٹڑی	چھٹ پڑی
۹۰	۸	۱	چپ ہو رہے ہونگے	چپ رہ گئے ہونگے
۹۱	۳	۲	ویراں	ویران
ایضاً	۸	۲	ڈو سپٹے	دو سپٹے

متعلقینِ قصّہ

قاسم............ ہیرو

امیرن............ زُہرہ کی دایہ

زُہرہ............ ہیروئن

قاری............ زُہرہ کا باپ

صفیّہ............ زُہرہ کی ماں

حبیب............ زُہرہ کا ماموں

سیف خاں............ تھانہ دار

دلدار خاں............ ہیڈ کانسٹبل

حلیمہ............ زُہرہ کی پھوپھی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پہلا ایکٹ

پہلا سین

قاسم، گلی سے، کوٹھے کی کھڑکی میں، ایک حسین صورت دیکھکر

قاسم۔ وہ، ہاں ہاں، وہ اُڑتے ہوئے بال وہ — وہ پھولے ہوئے پھول سے گال وہ
وہ بالوں میں اُبھرے ہوئے گال ہیں — کہ صیاد کے جال میں لال ہیں،
وہ ہیرے سے چمکے، ہنسی آگئی — وہ پھر ہٹ گئی، یا چھپی، یا گئی
وہ جھانکی، وہ منہ پھیر کر چھپ رہی — وہ پھر آئی، وہ پھر اُدھر چھپ رہی
وہ چھٹکائے بال آئی پھر سامنے — چلا پھر [illegible] تھامنے
وہ [illegible] آن ہے — مجھے مجھ سے چھینے لیے جاتی ہے
وہ چتون کوئی پیر اُڑا لے گئی — خدا جانے پہلو سے کیا لے گئی
وہ اُنگلی اُٹھی، کیا اشارا کیا! — وہ پٹ بند کر کے کنارا کیا
مرے دل سے حُسن اُسکا کچھ کہہ گیا — چلا میں مگر دل یہیں رہ گیا

(جاتا ہے)

پہلا ایکٹ

دوسرا سین

قاسم، اُسی گلی میں آکر، اور اوپر دیکھکر

تو پھر اب بتا او نظر کیا کروں — تڑپ دل کی لائی، مگر کیا کروں
دریچہ ہے بند، اب تمنا کا خون — مرے سر سے کچھ کہہ رہا ہے جنون
تو کیا یوں ہی چکر میں کھاتا رہوں — نفس کی طرح آتا جاتا رہوں
انھیں چکر دیے ہیں کٹے دن کئی — مرے دونوں تلووں کی کھال اڑ گئی
کوئی چال نظروں کی چلتی نہیں — مرے دل کی حسرت نکلتی نہیں
نہ اب مجھکو غیرت، نہ عزت سے کام — میں دونوں کو کرتا ہوں جھک کر سلام
یہیں اب تو دھونی رما او جنوں — دریچے پہ آنکھیں جما او جنوں
ملی تھی وہ اور ایک دن آکے پھر — دل اٹکا ہے ماتھے اُسے [illegible]
نظارے کو ہے یہ سہارا یہیں — کہ چمکیگا میرا ستارا یہیں

(دھونی رما کے بیٹھ جاتا ہے)

امیرن بڑھیا اندر سے نکلتی ہے

امیرن - ارے کون ہے؟ تجھ پہ بجلی گرے — یہ دھونی اُٹھا، اپنے رستے [illegible]
(قاسم سے) نہ آڑ او نگوڑے، نہ رستے میں پڑ — جہاں گھر وہاں مر، گلی میں نہ سڑ
تو کیا بھیکھ لیگا؟ بتا اِس لیے — کھلا دوں، پلا دوں، جو کھائے پیے

قاسم - مجھے کھانے پینے کا غم کچھ نہیں — بڑی بی، خدا کی قسم، کچھ نہیں
یہاں رہ پڑا، یا وہاں رہ پڑا — میں آنسو ہوں، ٹپکا جہاں، رہ پڑا
کہاں اپنا گھر اب مجھے یاد ہے — فقط حسن کی چھب مجھے یاد ہے

ہوس ایک صورت کی ہے اور خیر — مجھے بھوکھا الفت کی ہے اور خیر

امیرن۔ انوکھی یہ باتیں، انوکھی ہے دھج — نہ اتنا بہک تو نہ آپے کو تج
جلے دل، وہ کمبخت چولھے میں جائے — محبت نگوڑی تری جان کھائے
تو کیسر ہے دھونی رمائے ہوئے؟ — کہ بیٹھا ہے یوں لَو لگائے ہوئے؟
اُڑے تیری دھونی، لگے اِسمیں آگ — نہ اب جی جلا، بھاگ کمبخت بھاگ
میں ڈرتی ہوں، قاری کہیں آ نہ جائیں — یہاں پا کے کچا تجھے کھا نہ جائیں

قاسم۔ تو کیا ہو گا، قاری جو آ جائیں گے — میں لقمہ نہیں ہوں کہ کھا جائیں گے
ہُوا اس دریچے ہی سے، جو ہوا — تمھارا ہی پالک ہے حسن اے بُوا
کھلے پٹ تو آہٹ نے مائل کیا — اُٹھا سر تو چتون نے چرکا دیا
نظر ہی تو ہے، ملکے لڑ ہی گئی — جگر ہی تو ہے، چوٹ پڑ ہی گئی
جو سیدھا سا قد سامنے آ پڑا — تو مجھ پر قیامت کا ڈاکا پڑا
بلا زلف کی میرے سر پڑ گئی — ادا کھُب گئے، دیدوں کے گھر پڑ گئی
لبوں نے کہا، دل کی خیر اَب نہیں — نہ خوں اِسکا پی لیں تو ہم لب نہیں
جو گردش میں وہ پتلیاں آ گئیں — تو نظریں کلیجے کو برما گئیں
کیا حسن نے یہ اشارا مجھے — کہ دل چھیننا ہے تمھارا مجھے

جب الفت کے پھندے بہت پڑ گئے قدم رُک گئے، جَم گئے، گڑ گئے
وہ کاکل تو دل لیکے چلتی ہوئی نظر رہ گئی ہاتھ ملتی ہوئی
پسیجے اگر دل تمھارا تو خیر میسّر ہو پھر وہ نظارا تو خیر
یہ کہہ دو کہ مرتا ہے کوئی غریب تم اپنی سی کہہ دو، پھر آگے نصیب

امیرن نگوڑے، خدا تجھکو غارت کرے کٹوڑے سے دیدے، لہو سے بھرے!
پڑے موت، کیسا ہے مُنہ زور تو تری جان ہی کیا ہے، دَر گور تو
یہ مُنہ اور یہ باتیں، یہ تُو اور یہ دھیان سڑے مُنہ، اگرے کٹ کے تیری زبان
کہاں میری "زُہرہ" کہاں تو غریب نہ ہو اُسکی پرچھائیں تجھکو نصیب
وہ آتے ہیں قاری، یہ لے میں چلی بس اب تو ہے اور موت اور یہ گلی

پہلا ایکٹ

تیسرا سین

مقام، مکان کے اندر

قاری، صفیہ، امیرن، اور زُھرہ، موجود

قاری (صفیہ سے)۔ پڑا ہے فقیر ایک کھر کھٹ تلے اُسے کچھ دلا دو، یہاں سے ٹلے

صفیّہ - نہ چھیڑا کرو مجھکو ہر بار تم　　لڑایا کرو بیٹھے گھر بار تم

امیرن - سیاں، کیا کہوں اُس نگوڑے کا حال　　پڑے اُسکی نیّت کا اُس پر وبال
وہ کمبخت غارت ہو، چولھے میں جائے　　وہ دنیا سے اُجڑے، اُسے گور کھائے
خدا جانے بکتا ہے کیا کیا مُوا　　کوئی پیکے ہو جیسے بہکا ہوا
نہ لیتا ہے بھیکھ اور نہ ٹلتا ہے وہ　　چھوو مُنہ تو بس زہر اُگلتا ہے وہ

زہرہ - وہ کیا ہے، وہ کیا ہے؟ کہو تو ہُوا　　کہا کیا، سنا کیا، ستم کیا ہوا؟

امیرن - تجھے کیا، نہ پڑ ایسی باتوں میں تُو　　خدا ہی کے ہاتھ اب تو ہے آبرو

صفیہ - امیرن، اری خیر ہے، کیا ہوا　　تو کیا سانپ کا مُنہ لیے ہے مُوا
ہُوا جو ہوا، ٹال آ، گر ٹلے　　جو لے کچھ تو دے آ، نہ لے تو نہ لے

امیرن - ہُوا جو ہُوا، پر نہیں ٹلتی بات　　ہے آفت کی پُڑیا نگوڑے کی ذات
کہیں دیکھ پائی ہے "زُہرہ" کی چھاؤں　　اسی سے گلی میں جمائے ہیں پاؤں
یہ مکھڑا جو اُسکی نظر پر چڑھا　　محبّت کا جِن اُسکے سر پر چڑھا

بہت وہ بکا اور بہت میں بکی — سمجھتا نہیں کچھ، میں سمجھا تھکی

صفیہ۔ اری چُپ، اری چُپ، زباں اپنی روک — مرے دل میں چبھتی ہے برچھی کی نوک
بتولے بنانے کو آئیں بُوا — یہ بیٹی کا پیغام لائیں بُوا
ترا مُنہ کھلا یا جہنّم کا در — جلا جسکے شعلوں سے میرا جگر
کہاں جا کے بھر لائی تو مُنہ میں زہر — کہ مجھ پر اُگل کر کیا تو نے قہر
یہ زُہرہ کی قسمت، یہ میرا نصیب — دکھائے خدا جانے اب کیا نصیب
وہ آیا کہاں کا سے ٹنے میری ناک — خدایوں اُڑا ئے اُڑے جیسے خاک
ڈھٹائی تو دیکھو کہ آئی نہ لاج — ڈسیں سانپ اُسکو، گرے اُسپہ گاج
جو بدنام ہو گھر تو پھر کیا رہے — کوئی کچھ کہے اور کوئی کچھ کہے
جلائیں جلن والیاں، جی جلے — پھپھولوں سے دل گوندنی سا پھلے
جُھلس ڈالتی مُنہ جو پاتی اُسے — چنوں کی طرح میں چباتی اُسے

امیرن۔ نہ بہری کہ ہو مجھکو سُننا حرام — نہ گونگی کہ ہو بولنے میں کلام
تو کیا اب نہ باہر کبھی جاؤں میں؟ — تو کیا جاؤں اور سُنکے پی جاؤں میں؟

صفیہ۔ چلو، تمکو ایسا خدا نے کیا — جو ماں سے نہ ہو وہ بُوا نے کیا

اُسے نوچ کھاتیں تو ہیں جانتی　　لہو پیکے آتیں تو ہیں جانتی

قاری　ارے کوئی یہ ہونٹھ کیونکر سیئے　　ڈھنڈورا نہ پیٹو خدا کے لیئے
اگر اُڑ کے غیروں میں پڑ جائے بات　　تو بیٹھے بٹھائے بگڑ جائے بات
چھپے بات کب مُنہ پہ لائی ہوئی　　لبوں سے جو نکلی پرائی ہوئی
وہ لُچّا ہے، کیا اسکی اوقات ہے　　کمینہ ہے، پاجی ہے، بدذات ہے
سڑی ہے وہ، کون اُسکے پیچھے پڑے　　سڑی خود بنے جو سڑی سے لڑے
نہ چھیڑو اُسے، خود ہی ٹل جائیگا　　نہیں آج جاتا تو کل جائیگا

صفیہ - کہیں اُلٹی سیدھی جو پڑ جائے تو　　بنی بات گھر کی بگڑ جائے تو
ہے یہ آبرو جیسے موتی کی آب　　جو اُترے تو ہو گھر کی مٹّی خراب
پھپھولے مرے دل کے پھوڑے کوئی　　نگوڑے کی گردن مروڑے کوئی
لگی ہیں سوے کو بہت روٹیاں　　ہیں کُتوں سے نُچواؤں گی بوٹیاں

قاری - کڑا تاؤ ہے، کسقدر گرم ہو　　بجاؤ نہ ڈنکا، ذرا نرم ہو
سُنیں چار اپنے پرائے تو پھر　　جو حرف اپنی عزت پہ آئے تو پھر
نہیں مشکل اُسکا کچل ڈالنا　　ہے آسان بھنگے کا مل ڈالنا

مگر چال بد ہے تو ہو نام بد | اگر کام بد ہے تو انجام بد
ٹلے وہ تو جاتا ہوں ٹال آؤں میں | جو نکلے تو کانٹا نکال آؤں میں
نہیں تو بلا سے، پڑے جو پڑے | جو مانے تو مانے، لڑے تو لڑے
جو چلتا ہوا تو نہ شور اور نہ شر | جو اُلجھا تو ہے پیچ پڑنے کا ڈر

پہلا ایکٹ

چوتھا سین

مقام، مکان کے اندر

زہرہ، تنہائی میں، اپنے خیال کے ساتھ

زہرہ
الٰہی بچا میرے بیکس کی جان | بڑی تیری قدرت، بڑی تیری شان
بچا اُسکو، رکھ لے مری ٹیک تو | کہ بیکس کا والی ہے صرف ایک تو
بلا میں پڑا میرے چلتے غریب | یہ میرا مقدر، یہ اُسکا نصیب
دل اُسکا یہاں اُسکو لایا ہی کیوں | جوانی لئے ظالم آیا ہی کیوں
سمجھ اس جوانی سے حیران ہے | یہ رگ رگ میں پھرتی ہے، شیطان ہے
حسینوں کی گلی میں جنون اسکا کھیل | جنوں کیا ہے، عاشق کا خون اسکا کھیل
نہ رُکتا ہے آندھی نہ پانی کا زور | تو پھر رُک سکے کیا جوانی کا زور
میں پاؤں تو پوچھوں کہ ظالم تجھے | اُبھارا تھا کسنے کہ دیکھے مجھے

مگر حسن شوخی پہ خود تُل پڑا　　یہ رُخ ہو کے بے چین خود کھُل پڑا

کھُلا رُخ مگر کیوں نگاہیں ملیں　　دلوں کو جو ملنے کی راہیں ملیں

دریچے سے جھانکی تھی میں ہائے کیوں　　خطا میں کروں وہ سزا پائے کیوں

میں جھانکی تو مجھکو نہ تھی یہ خبر　　کہ بجلی گریگی مسافر کے سر

ہوا آئے چاہے نہ آئے کبھی　　دریچہ نہ کوئی بنائے کبھی

گلی کوئی رکھے نہ گھر کے قریب　　کہ دل لیکے نکلے نہ کوئی غریب

مرے بال اترا گئے بڑھکے کیوں　　یہ دل چھین لائے ہیں سر چڑھکے کیوں

ہوا کیوں مرے حُسن کو یہ جنون　　کہ پینے چلا ایک بیکس کا خون

مجھے اور اس حُسن سے کیا ملا　　بس اِس چاند سے مُنہ کو دھبّا ملا

چھب اچھی رہی، صورت اچھی سہی　　مگر کیوں نہ میں مُنہ چھپائے رہی

چھپا لیتی مجھکو جو شرم آ کے آج　　تو رہ جاتی دنیا میں پردہ کی لاج

یہی کاش رکھتا مجھے آڑ میں　　اُڑے میرا آنچل، پڑے بھاڑ میں

تری آبرو اب گئی او حیا　　کہ شوخی سے تُو دب گئی او حیا

جہنّم میں او غیرت اب تُو گئی　　کہ مجھکو نظر غیر کی چھُو گئی

اُسے غیر کیوں کہہ اُٹھی او زبان　　وہ دل، وہ جگر، وہ کلیجا، وہ جان

وہ سب کچھ سہی، ہے یہ آفت کا دن　　چڑھا سر پہ اَبّا کے غُصّے کا جن

بہے اس گلی میں جو اُسکا لہو　　ملے خاک میں عشق کی آبرو

تو اوپر ہی اوپر نہ جائیگا خون ۔۔۔ قیامت کے دن رنگ لائیگا خون

خدا سُننے بیٹھے جو فریاد کو ۔۔۔ پکارے لہو اپنے جلّاد کو

نہ دیں ساتھ ہاتھ، اور نہ دیں ساتھ پانو ۔۔۔ گواہی میں بولیں یہی ہاتھ پانوں

مگر کیا قیامت کی باتوں کا ذکر ۔۔۔ مجھے آج ہے ایک بیکس کی فکر

گئے جلکے ابّا، خدا ہی بچا سے ۔۔۔ مرے دھونی والے پہ آنچ آنہ جائے

تو ابّا کا غصّہ ہے کون ایسی شے ۔۔۔ "وہ" میری دعاؤں کے پہرے میں ہے

کہیں ہوں نہ یارب دعائیں تجل ۔۔۔ پھڑکتی ہے آنکھ اور دھڑکتا ہے دل

بلائیں ہیں دنیا کی ہر چال مین ۔۔۔ میں کیوں آ پھنسی اسکے جنجال میں

جنم ہی لیا تھا تو جیتی نہ میں ۔۔۔ جو یہ جانتی دودھ پیتی نہ میں،

بہت ہو چکے وہ بہت غم سہے ۔۔۔ مرے جو لڑکپن میں، اچھے رہے

تو کیا ہوگا؟ ہائے ہے، خدا جانے کیا ۔۔۔ میں کیا جانوں ٹھانی ہے ابّا نے کیا

اُسے اے فرشتو بچا لو تمھیں ۔۔۔ بلا آئے اُس پر تو ٹالو تمھیں

بس اتنا کرو، اُس تک آئے نہ موت ۔۔۔ چھپا لو پروں میں کہ پائے نہ موت

کرو آسما نو تمھیں ایک کام ۔۔۔ مدد ہم غریبوں کی ہے نیک کام

نہ وہ، اور نہ یہ، تو بچا اے خدا ۔۔۔ وہ بیکس ہے بندہ ترا اے خدا

پہلا ایکٹ

پانچواں سین

مقام ، گلی

"قاری" اور "قاسم" موجود

قاری (قاسم سے)

اب کون ہے؟ بھاگ، نکل، دور ہو، — یہاں کیوں پڑا آکے، چل دور ہو

خدا جانے تو کس ہوا میں بھرا — کدھر جا رہا تھا، کہاں آمرا

چلا آگ لیکر یہاں تاپنے — گلی مول لے لی ترے باپ نے

کئی ڈالیاں پیڑ کی جل چکیں — بس اب صبر ہے، کہ کہیں پھل چکیں

یہ دھونی جلاتی ہے گھر بھر کے دل — نہ کنکر کے دل ہیں، نہ پتھر کے دل

میں در چھوڑ دوں، رہگذر چھوڑ دوں — تو کیا چاہتا ہے کہ گھر چھوڑ دوں؟

ملے خاک تجھکو یہاں جی دئے — چلا جا، چلا جا، خدا کے لئے

کہا مان کمبخت، اس ہٹ کو چھوڑ — بھلا چاہے تو میری چوکھٹ کو چھوڑ

ادھر تھک گیا منہ، ادھر ہاں نہ ہوں — نہیں رینگتی تیرے کانوں پہ جوں

جو پچھلے، تو میں لاکے دوں، لیکے جا — وہ لے یا نہ لے، یہ جنوں لیکے جا

قاسم۔

بپھرتے ہو کیوں، خیر ہے، کیا ہوا؟ — لبوں سے وہ ٹپکا کف آیا ہوا!

زباں زہر، لب زہر، ہر بات زہر — بدن سے ہے بشر کا، مگر ذات زہر

میں کیا ڈر کے بھاگونگا، بچا نہیں — محبت کا پکا ہوں، کچا نہیں

نہ یہ آگ کا ہے، نہ پانی کا جوش — جنوں عشق کا ہے جوانی کا جوش

جنوں کی اُمنگ اس قدر سر میں ہے ، کہ گویا تلاطم سمندر میں ہے
میں آیا تو کیا رہگذر بند تھی ! نگاہ آنکھ میں کیا نظر بند تھی !
سر اُٹھ کر نظارا کرا ہی چکا ، گیا دل تو اب کیا ہے جا ہی چکا
ہوا سے یہ پوچھو کہ آئی ہی کیوں ، وہ کانوں تک آہٹ کو لائی ہی کیوں
کسی کی نہیں ، عام یہ راہ ہے ، مرا حق بھی واللہ باللہ ہے
کہیں کوئی دھونی رما لے تو کیا ، کسی پر کسی کا دل آ لے تو کیا
جدھر اچھی صورت ، اُدھر دل کی راہ ، کھنچے کہربا کی طرف جیسے کاہ
جدھر حسن ہو ، جُھک پڑے عشق اُدھر ، حرم کی طرف جیسے مومن کا سر
میں دل دیکے پھیروں یہ ممکن نہیں ، جوانی ہے ، پیری کا یہ سن نہیں
کوئی دے ، کوئی لے ، حسد ہو کسے ، کسی پر مرے کون ، کد ہو کسے
میں دھمکی سے واللہ ٹلتا نہیں ، یہ منتر پڑھے جن پہ چلتا نہیں

قاری جواب اک ذرا ہوش میں آ کے دے ، یہ بُتّے کسی اور کو جا کے دے
بتا صاف ، جاتا بھی ہے یا نہیں؟ ہلاتا ہے سر ، مُنہ سے کہہ ، کیا نہیں؟
نہ بول اب زباں سے اسی میں ہے خیر ، چلا جا یہاں سے اسی میں ہے خیر

قاسم۔ نہیں خیر ، تو خیر ، یوں ہی سہی ، وہ شر ہی سہی ، میرا خوں ہی سہی

یہ مانا کہ دل میں نے شیدا کیا — تو کیا حُسن بھی میں نے پیدا کیا؟
یہ مانا، جنوں میرے ہی سر میں ہے — تو کیا حُسن بھی میرے ہی گھر میں ہے؟
مرا دل اِسی گھر میں ہے، لا نہ دو — یہ اک بات ہے ورنہ دو یا نہ دو
میں آیا تو آیا، گلی ہی تو ہے — ہوی چاہ "زُہرہ" کی، جی ہی تو ہے
سنی میں نے آہٹ کہ بہرا نہ تھا — اُٹھا سر تو کچھ سر پہ پہرا نہ تھا
نظر یوں پڑی جیسے آفت پڑے — مگر یوں لڑی جیسے قسمت لڑے
نگاہ اُسکی میرے جگر تک گئی — گئی پھر کے جب خون سے چھک گئی
اُڑا لے گئیں چِتونیں، دل گیا — گیا، یا کہوں، آ گیا، رِل گیا
اداؤں میں تھا یہ مرے دل کا حال — لُٹیروں میں جیسے مسافر کا مال
نظر کی چُھری سے جو ٹکڑے کٹے — تو غمزوں میں حصّے جگر کے بٹے
پڑے تھے جو بالوں میں گھونگھر کے پیچ — بنے سب وہ میرے مقدّر کے پیچ
دل اُلجھا تو بالوں کا ہو ہی گیا — پڑا گھونگھروں میں تو کھو ہی گیا
بنا عشق کا جوش آنکھوں میں خون — مگر بن گیا میرے سر میں جنون
جنوں نے بھری جب مرے سر میں آگ — لہو بنکے دوڑی بدن بھر میں آگ
جلا اُسکی لَو سے کلیجا مرا — پکا سر کی ہانڈی میں بھیجا مرا
میں اس وقت باہر ہوں ہوش سے — اُبلتا ہوں گویا اُسی جوش سے
یہ دھونی ہے نقشہ مری چاہ کا — ہے آگ اس میں دل کی، دھواں آہ کا

عبث دے رہے ہو یہ جھٹکے مجھے — بہت یاد ہیں ایسے لٹکے مجھے
مری بیکسی پر نہ جانا کہیں — خدا ساتھ ہے میں اکیلا نہیں
مقدّر بڑا بے نصیبوں کا ہے — کہ اللہ والی غریبوں کا ہے
خدا دے گا بدلا جو کلپاؤ گے — کہ جو بوؤ گے اُسکا پھل پاؤ گے
یہ آہ اوپر اوپر تو جاتی نہیں — کسی سر کے ماتھے نہ بیٹھے کہیں
نگاہوں میں یہ بنکے بجلی پھرے — پھرے ہی نہیں بلکہ سر پر گرے
نہ شبنم، نہ کافور کی مجھ میں خو — نہ ہوں مَیں کسی جاں بلب کا لہو
نہ دَم ہوں کہ گھُٹ کر نکل جاؤں میں — نہ موسم کہ ہٹ کر نکل جاؤں مَیں
جلن سے یہیں آگ برساؤنگا — خدا کی قسم، میں نہیں جاؤنگا

پہلا ایکٹ

چھٹا سین

مقام، مکان کے اندر
صفیہ، اور زُہرہ، موجود

صفیہ (زہرہ سے) مری لاڈلی، میری آنکھوں کا نور — مری جان زُہرہ، بلا تیری دور
میں صدقے، یہ مُکھڑا اترا اور یہ گرد! — ہُوا رنگ ہلدی کا گویا سا زرد
بہا کاجل آنسو یہاں تک بہے — یہ مُنہ، بول اُٹھا کہ تو چُپ رہے

یہ ساون کے جھالے، یہ کالی گھٹا — جوان سے ہٹا تو کدھر دل بٹا
خفا ہو گئی ایسی جھولے سے تو — کہ بیٹھی نہ آج اُسپہ بھولے سے تو
بہت چُپ لگی، آج تو ہے کہاں — بھری ہیں ترے مُنہ میں کیا گھنگنیاں

زُہرہ۔ میں اماں کے پاس اپنے گھر ہی میں ہوں — مگر زندگی سے خفا جی میں ہوں
مرے چلتے نظروں سے یہ گھر گرے — مری ایسی قسمت پہ جھاڑو پھرے
کِسے کون، صورت دکھانے گئی — میں انجان چھت پر نہانے گئی
گلی سے نظارہ! یہ دشوار ہے — تو کیا چھت پہ شیشے کی دیوار ہے!
ہَوا سے دریچے کا پٹ کھُل گیا — اُسی سے کِھلا یہ شگوفہ نیا
جو زینے پہ آئی اُترنے کو میں — تو ہاں جھک پڑی بند کرنے کو میں
قدم پھر نہ زینے پہ رکھوں کبھی — مرے پانوں ٹوٹیں الٰہی ابھی

صفیہ ہزاروں زبانیں، ہزاروں ہیں مُنہ — کہاں تک سُنے کوئی باتوں کو، اُنہہ
پڑے تجھ پہ دشمن کی ٹیڑھی نگاہ — تو جامن کی صورت وہ ہو رو سیاہ
ملے خاک میں، لیکے ارمان، وہ — تری ایڑی چوٹی پہ قربان، وہ
بکے، جو بکے، دھیان میں کچھ نہ لا — سُن اس کان تو اور اُس کان اُڑا
اُسے خوف کیا، جسکا دامن ہی پاک — نہیں پڑتی ہی چاند پر اُڑ کے خاک

(عماری باہر سے آگئی)

قاری - کہوں کیا، میں دو آفتوں میں پڑا — اِدھر تم لڑیں اور اُدھر وہ لڑا

(صفیہ سے)

جو صورت کو دیکھو تو انسان ہے — جو سیرت کو تاڑو تو شیطان ہے

وہ بپھرا، ذرا مُنہ جو میں نے چھُوا — گلی میں تھا اک شیر چھوٹا ہُوا

جو شکل اُسکی دیکھی تو غصّے سے تھی — انگیٹھی دَہکتی ہوئی آگ کی

چلا آیا اِس وقت مَیں ٹال کر — چھُری پھیر دونگا ذرا پال کر

جنوں اُسکا کیا اور وہ ناری ہی کیا — نہ پی لوں لہو تو میں قاری ہی کیا

(حبیب آگیا)

حبیب (قاری سے) لہو کسکا پیتے ہو، کسپر ہے قہر! — تو کیا آج پانی سے خالی ہے شہر!

اُڑے شہر میں بات بڑھکر تو پھر — ٹپکنے لہو سَر پہ چڑھکر تو پھر

قاری- تمھیں تو ہے بس دلّگی کا مَرض — نہ سمجھو نہ بوجھو، ہنسی سے غرض

خدا یوں نہ ڈالے کسی پر کڑی — بڑے ہی سڑی سے لڑائی پڑی

"وہ" دیکھا تو ہو ہی گا، کمرکھ تلے — نہ سمجھائے سمجھے، نہ ٹالے ٹلے

نہ ظالم ہِلا، لاکھ میں نے کہا — زمیں سانپ کی شکل پکڑے رہا

جو بولا تو وہ بات پائی گئی — کہ "زہرہ" کے سر جاے آئی گئی

میں یہ زہر کے گھونٹ کیونکر پیوں — جگر کا لہو ہو تو کیونکر جیوں

گوارا نہیں بے حیائی مجھے — یہ غم کھائے جاتا ہے بھائی مجھے

حبیب - گلی چھین لی آکے، اندھیر ہے — تو کیا پھاڑ کھائیگا، کچھ شیر ہے!
نہ لوہے کے ناخن، نہ پتھر کی کھال — نہ وہ دیو ہے، جس سے لڑنا محال
جو عزت کے سر آ بنے تو کہو — اجی، یا اُسے مارو، یا مر رہو

قاری - جو چاہوں تو پی لوں میں کافر کا خون — نہیں لیکن اُسکا سا مجھکو جنون
عداوت اگر جان کے ساتھ کی — تو قسمت میں رسّی ہی دو ہاتھ کی
لڑا اُس سے یوں تو پڑا جیل میں — غرض، ہار میری ہے ہر کھیل میں
زمانہ بُرا، چال اِس کی بُری — یہ جلّاد، چال اِس کی چلتی چھُری
شرافت اِسی میں رہے تو رہے — کہ پی جاؤ جو چار باتیں کہے

صفیّہ - زمانہ بُرا ہے، فقط نیک تم — سمجھ والے بس رہ گئے ایک تم
پیے جاؤ تم، جیسے شربت کے گھونٹ — خدا جانے اب بیٹھے کس کل یہ اونٹ

قاری - تو کیا میری طینت میں غصّا نہیں — مگر عقل زائل ہو، اتنا نہیں
اِدھر آیا غصّہ، اُدھر آئی عقل — جو آئی تو غصے پہ چھپتائی عقل
یہ دنیا ہے لے بی بلاؤں کا گھر — یہاں چین ملتا نہیں عمر بھر
ہزاروں ملیں گے بُرائی کے ساتھ — لڑے کون ساری خدائی کے ساتھ

حبیب۔ ہیں دنیا کے جھگڑے کٹھن، سچ تو ہے — یہ جو کہہ رہے ہیں، بہن، سچ تو ہے
(صفیہؔ سے)

صفیہؔ۔ سنو بھائی، ان کی گواہی نہ دو — یہ میرا گلا لو، دہائی نہ دو
تمھیں دوں، تمھیں یوں کہو، کیوں حبیب؟ — زباں ایک ہے یا ہیں دو، کیوں حبیب؟
سمجھ اپنی اپنی تو کیا گفتگو — انھیں جاں پیاری، مجھے آبرو

قاری۔ خدا واسطے کو بگڑتی ہو تم — بشر کیا، ہوا سے بھی لڑتی ہو تم
نہ مانو جو لکڑی کو لکڑی کہو — ضد آئے تو مکھی کو مکڑی کہو

صفیہؔ۔ سمجھ اُڑ گئی میری مت کھو گئی — میں اس گھر میں آ کر سڑن ہو گئی
اکڑتے ہو، لڑتے ہو، تنتے ہو روز — انوکھی بناوٹ سے بنتے ہو روز
مجھے، تم نے ایسا بہت کیا دیا — یہی نا کہ جگنو یہ کل لا دیا
بہت دن ہوئے، بجلیاں لائے تھے — مجھے یاد ہے، تب بھی اترائے تھے
تو کیوں میری "زہرہ" کا وہ نام لے — جہنم میں اللہ اُسے جھونک دے
وہ دھونی رمائے، مرا جی جلے — کہاں تو اُٹھے، کون بستی جلے
مرے مُنہ کو کالک لگی، یا نصیب — ہوا اُس موئے سے یہ دھبّا نصیب

قاری ۔ بپھرتی ہو خود، یہ نئی سیر ہے — ذرا ہوش میں آؤ، کچھ خیر ہے
چڑھاتی ہو جھنڈے پہ کیوں بات کو — یہی نا کہ تھوکیں سب اوقات کو
بکیں سب بے دھڑک ہم تو نادان ہیں — مثل ہے کہ دیوار کے کان ہیں
یہ ہمسائی بڑھیا ہے کس قہر کی — چھری ہے بجھائی ہوئی زہر کی
وہ ڈائن کہ اللہ کا ڈر نہیں — وہ ناگن کہ کاٹے کا منتر نہیں
ابھی لے اُڑے گی جو سُن پائیگی — شگوفے محلے میں چھوڑ آئیگی
جو ٹلتا نہیں وہ تو کیا اختیار — کہ شیطان ہے اُسکے سر پر سوار
کُواں دیکھ لوں پھر میں کیونکر گروں — چلوں بڑھ کے تو کھا کے ٹھوکر گروں
جو دم لو تو چوکوں نہ تدبیر سے — بنے بگڑے جو کچھ ہو تقدیر سے

صفیہ ۔ مجھے تو ہوئی روسیاہی نصیب — کفن ہو نہ اُسکو الٰہی نصیب
اُسے موت آئے مگر آئے آج — اُسے گور کھائے مگر کھائے آج

حبیب ۔ اِدھر دیکھو اِک سہل ٹکا ہے یہ — مگر جان ہی لے وہ جھٹکا ہے یہ
گلی میں مچا دیں ہم اِک بار شور — گرفتار کر لیں اُسے کہکے چور
گواہوں کی کیا لکھنؤ میں کمی — کچہری میں رہتی ہے ٹکڑی جمی
نصیب اُس کو ہوں جیل کی بیڑیاں — رگڑتا رہے رات دن ایڑیاں

گھٹے ہم سے جیلر تو بن جائے بات — ملے اُس سے مُٹھی تو چل جائے گھات
جو جیلر کے ڈنڈے سے پالا پڑے — تو چکی سے قسمت کا چکر لڑے
وہ بھر مار جوتوں کی دن رات ہو — کہ کنڈا جہنم کا بدذات ہو

صفیہ۔ میں صدقے، مرے دل کی بتیا کہی — یہی چال اچھی ہے، ہاں ہاں یہی
پٹے یوں نگوڑا، کھِنچیں جیسے دھان — اُدھڑ جائے کھال اور نکل جائے جان

قاری۔ میں منظور کرتا ہوں اس بات کو — مگر بھائی، دن کو نہیں، رات کو

پہلا ایکٹ

ساتواں سین

مقام۔ کمرکھ تلے، گلی میں

قاسم، اپنے خیال کے ساتھ

قاسم۔ خدا جانے کیا! کچھ نہیں یاد ہے — بس اس حافظے پر مرا صاد ہے
وہ آئے تو آخر کہاں کی کہی — زمیں کی کہی، آسماں کی کہی
تجھے ہوش، اُس وقت جانا نہ تھا — مجھے، جوش، اُس وقت آنا نہ تھا
وہ گرم آئے ایسے کہ جی جل گیا — جنوں کا دماغ اور بھی چل گیا

طبیعت ہی تو ہے، بدل ہی گئی
زباں ہی تو ہے، پھسلکے چل ہی گئی

چڑھیں تیوریاں، وہ تو چڑھ ہی چکیں
بڑھیں حُجّتیں، وہ تو بڑھ ہی چکیں

یہ چوٹیں جو زُہرہ کے سر جائیں، تو
اِدھر کی بلائیں، اُدھر جائیں، تو

وہ حضرت کبھی چُپ نہ رہ جائیں گے
خفا ہونگے، جھڑکیں گے، جھلّائیں گے

ستم کے ہیں تیور کہ دل کد پہ ہے
بچیگی نہ زُہرہ کہ وہ زد پہ ہے

وہ ننھا سا دِل پسکے رہ جائے گا
لہو ہو کے آنکھوں سے بہ جائے گا

جگر بھی نہیں کوئی مضبوط شئے
نہ کنکر، نہ پتّھر، لہو ہی تو ہے

لہو بنکے قدرت سے جب تھم گیا
تو دل اور جگر کے لیے جم گیا

غرض، ہو جو زُہرہ پہ غصّے کا وار
نہ سنبھلے نزاکت سے سختی کا بار

پڑی اُسکے سر تو قیامت ہوئی
مجھے مُنہ کے چلتے ندامت ہوئی

اجی، یہ تو مانا، بلا سر پہ ہے
مگر خوف کیا ہے، خدا سر پہ ہے

خدا وہ، کہ حافظ ہوئی اُسکی ذات
تو عیسیٰ کو سولی سے دیدی نجات

تو ہاں قُفل! وہ قفل دیں یا نہ دیں
کہیں جلکے کھڑکی کو چُنوا نہ دیں

یہ رستا اگر بند ہو جائے تو
نظارہ نظر بند ہو جائے تو

تب آنکھیں پھڑکتی ہی رہ جائینگی
مری پُتلیاں سخت چکرائیں گی

تصوّر بھی اک چیز مشہور ہے
جو یہ کام آئے تو کیا دور ہے

مگر آنکھ دیکھے ادائیں نئی
تصوّر میں شکلیں نہ آئیں نئی

تصوّر مصوّر ہے، موجود نہیں غلط ہو اگر ہو وہ موجود کہیں
تو کیا میری نظریں نہ ٹکرائینگی! تو کیا اِن سے اینٹیں نہ گر جائینگی!
کدھر سے کدھر ہٹ گیا ہے خیال سڑی ہی تو ہوں، ہٹ گیا ہے خیال
کہاں کا دریچہ، کہاں کی نظر ابھی تو ہے زہرہ پہ آفت کا ڈر
الٰہی! ستم سے بچانا اُسے وہ نازک ہے، غم سے بچانا اُسے!

پہلا ایکٹ
آٹھواں سین

مقام، مکان کے اندر

زُہرہ، تنہائی میں، اپنے خیال کے ساتھ

زُہرہ۔ بلاؤں کے جھرمٹ میں تنہا کی جان وہ دب جائیگا جیسے دانتوں میں پان
ہُوا میرے ابّا کو کیسا جنون کہ لینے چلے، اپنے سر اُسکا خون
کسی کا لہو کیا وہ پی جائیں گے تو فاقے سے ہیں، پیٹ کے جی جائیں گے
وہ کون آخر ایسا ستم ڈھائیگا مجھے، پاگلی کو نگل جائے گا
نہ اس میں سلیماں نہ آصف کا ڈھنگ نہ بلقیس کا تخت میرا پلنگ
نہ ہاروت ہے وہ نہ بابل یہ دیس کہ بدلے گی زُہرہ ستارے کا بھیس
بلا کے ہیں ماموں کہ بس ہو گئے ملا کیا اگر جان سے دُو گئے

ستائیں گے کیا کیا نہ ماموں ابھی — خدا دے نہ گنجے کو ناخن کبھی

چڑھا جب سے ہاتھ اُنکے جعفر کا مال — وہ چلنے لگے مست ہاتھی کی چال

جدھر مُنہ پھیرے اُنکا ہٹ جائیں سب — جدھر نکلیں، رستے سے کٹ جائیں سب

بُرا ہو جو دولت بُرے کی بڑھے — کہ ظالم پہ کچّے گھڑے کی پڑھے

بُروں کے بچھڑے بُرے، چَھل بُرے — ببولوں کے کانٹے بُرے، پھل بُرے

مرے واسطے جی پہ کھیلا ہے وہ — ہزار آفتیں اور اکیلا ہے وہ

اکیلا ہے تو ہو، خدا ہے وکیل — اکیلے ہی تھے دشمنوں میں خلیل

الٰہی! کبھی مُنہ دکھائے نہ رات — گنہگار ہونے کو آئے نہ رات

مگر، وہ تو پیدا ہوئی روسیاہ — چھپائے ہے پردے میں لاکھوں گناہ

جو دو ہڈّیوں پر ترس کھائے گی — تو کچھ موت بھوکی نہ مر جائے گی

مگر، موت کے دل پہ ہو کیا اثر — کہ اُس کو نہیں اپنے مرنے کا ڈر

نہ ماں باپ اُسکے، نہ بچّہ، نہ مرد — نہ اُلفت کسی سے کہ ہو دل میں درد

پھر ایسی کو کیا خاک آئے ترس — وہ جانوں کو کھائے کہ کھائے ترس

نہ کھینچ او زمیں اُسکو، بد ہے یہ کام — کہ مُردے کا کھانا ہے شرعاً حرام

ذرا خوف کر اپنے ایمان کا — کہ مُردہ بھی کسکا ہے، انسان کا

زمیں کیا سُنے، کان رکھتی نہیں — وہ کھاتی تو ہے، جان رکھتی نہیں

فقط پیٹ ہی پیٹ ہے اور خاک — غذا ہیں نجس، آپ بنتی ہو پاک

اسی پر قضا کی ٹپکتی ہے رال　　کہ کچھ ہڈیاں، کچھ رگیں، کچھ ہے کھال

قضا کیا، یہ میری ادا کا ہے کام　　اَدا مارتی ہے، قضا کا ہے نام

مری چتون اچھی ہے، لیکن بُری　　کہ اس نے چلائی کسی پر چھُری

مری زلف اچھی ہے، لیکن بلا　　کہ پھانسی میں پھانسا کسی کا گلا

مرا حُسن روگ اُسکے جی کا ہوا　　مری مَیں، جو بال اُسکا بیکا ہوا

ٹھنکتا ہے ماتھا مرا، یا نصیب　　خدا جانے دونوں کو ہو کیا نصیب

پڑا ہے گلی میں کس ارمان سے　　سلامت رہے اپنے جی جان سے

جو عُمر اُس کی کم اور مری ہو سوا　　تو اس میں سے کچھ اُسکو دیدے خدا

وہ دُبلا، وہ پتلا، وہ ہے نازنیں　　دل اُسکے اُٹھائے اب اُٹھتا نہیں

وہیں پانوں ٹوٹیں، دل آئے جہاں　　پتنگا گرے، آگ پائے جہاں

ہُوا ہی نہ ہو جس پہ چتون کا وار　　وہ کیا جانے کیسی ہے برچھی کی مار

نہ اَبّا، نہ ماموں کو ہے کچھ خبر　　کہ آتا ہے دل کس طرح حُسن پر

پتنگوں سے پوچھیں کہ مرتے ہیں کیوں　　چراغوں پہ صدقے اُترتے ہیں کیوں

چکوروں سے ملنے پہاڑوں پہ جائیں　　ذرا چاند سے اُن کی لَو دیکھ آئیں

وہ اَبّا چلے، خیر اچھا ہوا　　وہ سوتی ہیں اماں، پڑی ہے بوا

میں کوٹھے پہ، اکیلے، وہ ڈھونڈ اُٹھی　　یہیں آتی ہے، آ بُوا، سو اُٹھی؟

بناتی ہے اچھن کی گڑیا (چپکے سے) مجھے　　ابھی لا دے (چپکے سے) رنگنے کو پڑیا مجھے (زور سے)

امیرن۔ بُرا حال کچھ میرے جی کا ہے آج　　سویرے سے پنڈا بھی پھیکا ہے آج

زہرہ۔ جو یوں ہی سی تپ آ گئی، کیا ہوا　　بہت دل کی کچی ہے تُو اے بُوا

امیرن۔ نہیں بیٹی، تج بیٹھی آپے کو مَیں　　بدا تھا کہ روؤں بڑھاپے کو مَیں

زُہرہ۔ میں اب سمجھی، لنکا میں بازار ہی!　　تو لنکا سمندر کے اُس پار ہے!

امیرن۔ ترے مُنہ سے جو نکلے بس ہو وہی　　یہ لے، میں چلی، ارے گتی ہی سہی

(گئی)

پہلا ایکٹ

نواں سین

مقام کھڑکی

زہرہ، قاسم کو پکارتی ہے۔

زہرہ۔ ارے او، ارے او، کدھر مُنہ، کدھر　　یہ کھڑکی، یہ کھڑکی، اِدھر دیکھ، اِدھر

قاسم۔ مری جان، تو آئی، اللہ رے میں!　　یہ میں جاگتا ہوں کہ سوتا ہوں! ائیں!!

صدا دی ہے قاسم کو کس ناز سے　　محبت ٹپکتی ہے آواز سے

زُہرہ۔ میں کھنچتی ہوئی اس جگہہ آ گئی
ترے پاس جادو ہے، میں پا گئی

اگر آتے جاتے ذرا تاڑ جائیں
تو گھر والے میرے مجھے پھاڑ کھائیں

مجھے دیکھ لے خوب جی بھر کے آج
اُڑا لے مزے زندگی بھر کے آج

بھری ہے دو رنگی سے دنیا کی ذات
ابھی رات کا دن، ابھی دن کی رات

میسّر یہ دن پھر بھی ہو یا نہ ہو
خدا جانے کل کیا ہو اور کیا نہ ہو

تجھے پھر بھی میں پا سکوں یا نہیں
جیوں یا مروں، آ سکوں یا نہیں

قاسم۔ مرے سامنے تو ہوئی آ کھڑی
مری عمر کی جان ہے یہ گھڑی

ترا شکر کرنے کو بن کر زباں
کھنچ آئی ہے منہ میں بدن بھر کی جان

نہ جادو نہ ٹونے سے تو آئی ہے
کشش عشق کی حُسن کو لائی ہے

نہ پھر آسکے تو، یہ کیا راز ہے؟
ستم کا ارادہ ہے یا ناز ہے؟

تو کیا عشق کا جذب کھو جائے گا!
تو کیا حُسن بیرحم ہو جائے گا!

تو کیا تیری چوکھٹ کو کر لوں سلام!
تو کیا بھیجدوں میں اجل کو پیام!

ترستی ہے زُہرہ، مری آرزو
زمیں پر میں اور آسماں پر ہو تو

ملوں کُھل کے، قابو اگر پاؤں میں
وہیں اُڑ کے پہونچوں جو پر پاؤں میں

جو آئے وہ گورا بدن میرے ہاتھ
تو بنکر لہو میں رہوں اُسکے ساتھ

ملا کیوں سبھے روپ انسان کا
ہوا کیوں نہ بُندا ترے کان کا

کبھی چومتا گال کو ہِل کے مَیں ـــ لپٹتا کبھی زلف سے، ہِل کے مَیں
جو فطرت پہ اللہ دے اختیار ـــ تو ہوں میں گلے پڑ کے گردن کا ہار
محبت کا دم بھر کے بھرتا رہوں ـــ لپٹتا رہوں پیار کرتا رہوں

زُہرہ ـ سُنی میں نے جو بات تو نے کہی ـــ مگر کیا مَیں کہتی ہوں سُن تو سہی

قاسم ـ وہ کیا؟ یہ کہ حسرت کو پالے رہوں! ـــ نظارے ہی پر دل کو ٹالے رہوں!

زُہرہ ـ تو کیا یہ کہ میں آؤ دیکھوں نہ تاؤ ـــ نہ سوچوں بگاڑ اور نہ سمجھوں بناؤ

قاسم ـ تو پھر میرے ارمان کا خون ہو؟ ـــ مگر ساتھ ہی جان کا خون ہو

زُہرہ ـ گئے دُور قاسم دن ارمان کے ـــ پڑے اب تو لالے تری جان کے
مرا حُسن خونی کہا جائے گا ـــ یہ صدمہ نہ مجھ سے سہا جائے گا
جسے چاہے تو، وہ میں کیوں ٹوہی ـــ الٰہی میں ایسی حسیں کیوں ہوئی
نہ تھی شکل بننے سے پہلے خبر ـــ کہ تو جان دیگا مرے حُسن پر
نہیں تو چمک لیکے آتی نہ مَیں ـــ کبھی حُسن کو مُنہ لگاتی نہ مَیں

پہونچتی خبر مجھ کو کیونکر وہاں — میں تھی چند پردوں کے اندر وہاں
وہاں خود ہی آپے سے میں دور تھی — اندھیرے میں گھرنے سے مجبور تھی
بُری جسکی شکل اُسکا اچھا نصیب — کہ جانوں کی دشمن نہیں وہ غریب
تو ہاں موت تجھپر لگائے ہے گھات — تری جان پر آج بھاری ہے رات
اِدھر رات آئی اُدھر تو پھنسا — بہت روئیگا گو بہت کم ہنسا
کئی آدمی مل کے کردینگے شور — پھنسائیں گے ابّا تجھے کہکے چور
پڑے اس طرح قیدخانے میں تو — کہ گویا نہیں ہے زمانے میں تو
تری جان کو کھا کے بیڑی کٹے — کٹے عمر تب جا کے بیڑی کٹے
یہ کیا کہہ رہی ہوں میں قربان گی — رہے خیر پیارے تری جان کی
اُجڑ جائے دنیا، یہ ہو یا نہ ہو — مگر رونگٹا تیرا میلا نہ ہو
ہوا ہو یہاں سے، بچا اپنی جان — مری جان سُن، جان ہے تو جہان
نہ میں تجھکو بھولوں نہ تو مجھکو بھول — مگر اس گلی میں ہے کیا خاک دھول
کبھی ہو رہیگا، بدا ہے جو ساتھ — رہا اب تو ملنا خدا ہی کے ہاتھ

قاسم- پیالہ اجل کا سب آخر پئیں — خضر ہی ہمیشہ جئیں تو جئیں
گلی ڈر کے چھوڑدوں یہ ممکن نہیں — جو موت آئے تو آئے، لیکن نہیں

زُہرہ ارے یہ نہ کہہ، یہ نہ کہہ، ہائیں ہائیں — تری آفتیں تیرے دشمن پہ جائیں
دھڑکتا ہے دل، تھرتھراتی ہوں اب — وہ کون آرہا؟ چُپ، میں جاتی ہوں اب
(چل دی)

(چاروں طرف دیکھ کے)
قاسم کہاں، کون، کوئی نہیں، کیا گئی؟ — ارے، چل بھی دی، ڈر کے گھبرا گئی!
ہوس کی تباہی، تمنّا کا خون — مبارک تجھے اے مرے سرجنون
جنوں، بے کسی جس پہ چھائی ہوی — اجل جس کی گودوں کھلائی ہوی
لحد کھینچتی ہے تو چارا نہیں — اُسے میری حسرت کی پروا نہیں
مگر دیکھکر دل کو للچا نہ جاے — یہ زُہرہ کا ہے، وہ اِسے کھا نہ جاے
شب آتی ہے، خیر آئے، پروا ہی کیا — ذرا سی تو ہے جان، جھگڑا ہی کیا
جو دنیا کے سمجھنے پہ اٹکی ہر بات — تو ہے کون ایسی بڑی کائنات
مگر چور بننا بُری بات ہے — تو پھر کیا کروں، خیر، اک گھات ہے
جما آؤں تھانے میں رپٹ کرڑا — کہ بندھ جاے قاری پہ اُلٹا دھڑا

دوسرا ایکٹ

پہلا سین

مقام، تھانہ

قاسم اور تھانے والے موجود

قاسم۔ سُنے کوئی میری خدا کے لیئے | ہیں تاکا گیا ہوں جفا کے لیئے
مرے دم کے پیچھے پڑی ہے اجل | کہ کھولے ہوئے مُنہ کھڑی ہے اجل
یہ سمجھو کہ آفت ہے آئی ہوئی | اندھیرا ہوا اور چڑھائی ہوئی

سیف خاں۔ ابے کون ہے؟ ہٹ نکل، دور رہو | یہ کیوں غُل مچایا ہے؟ چل، دور رہو
(تھانہ دار) نہ لینا نہ دینا، فقط چل پکار | سڑی ہے کہ۔ ہے بھوت سر پر سوار

قاسم۔ سوا جی کے کچھ میرے پلّے نہیں | یہ زُہرہ کا ہے: خیر لے لو تمہیں

سیف خاں۔ تو ہے کیا کہ یوں غل مچاتا چلا | پہیلی تری کون بوجھے بھلا
میں سمجھوں تو، ڈر کیا ہے؟ کہہ تو سہی | جفا کون چڑیا ہے، کہہ تو سہی

قاسم۔ خدا کی قسم ہے بلا کا ڈر آج | قضا کھیلتی ہے مرے سر پر آج
سنو خیر، جاتا تھا میں راہ راہ | پڑی اُٹھکے زُہرہ کے رُخ پر نگاہ
وہی راہ، کھاری کنواں ہے جہاں | اور اک پیڑ کمرکھ کا بھی ہے وہاں
جو آنکھیں اِدھر اور اُدھر سے لڑیں | تو نظروں کی چوٹیں دلوں پر پڑیں
غرض، دل مرا اُس کے بالوں کا تھا | جو بالوں سے چھوٹا تو گالوں کا تھا

خدا جانے حُسن اُسکا کیا کہہ گیا | کہ عشق اپنا دل تھام کر رہ گیا
وہ بجلی سی جب چھپ گئی کوند کر | چکا چوند میں پڑ گئی تب نظر
بس اب یاد اُسکی ہے آنکھونکا کام | یہ اشکوں کے مالے پہ جپتی ہیں نام
چمک اُسکے گالوں میں تھی آگ کی | لگی دل کی، لَو ہے اُسی آگ کی
چلی سانس، لُو جس طرح سے چلے | جلاؤں، کوئی لُو سے جیسے جلے
کِھلا راہ چلتے جو یہ گُل نیا | میں کمر کھ کے نیچے وہیں جم گیا
وہاں میرا جمنا ہے قاری کو خار | لہو پی کے دم لیں جو ہو اختیار
وہ کہتے ہیں جا، عشق کہتا ہے، نہ | وہ دیتے ہیں دھکی، یہ دیتا ہے شہ
مرا دل ہے زلفوں میں لٹکا ہوا | وہ اُلجھا ہوا ہے، وہ اٹکا ہوا
نہ چھوٹے تو کیونکر بھلا جاؤں میں؟ | تو کیا بے دل اُٹھکر چلا جاؤں میں؟
ضرور آج ہی شب کو وہ کرکے شور | بلا میرے سر لائیں گے کہکے چور
کریں گے وہ گھات اور چلیں گے وہ داو | خدا جانے ہو یا نہ ہو پھر بچاؤ
مجھے کچھ بھی پروا نہیں جان کی | مگر آ پڑی ہے ہیچ ارمان کی
جو یوں روح نکلے، ترستی رہے | لحد پر تمنا برستی رہے

سیف خاں وہ مُحمود، اجی ایک گُرو گانٹھیا | مجھے اُس نے پرسوں ہی چکما دیا
کہاں کا وہ، کیسی بلا، کسکا داو | اکڑ خوب دے دیکے مونچھوں پہ تاو

وہی بیٹھکا جاکے آباد کر — وہیں اپنی راودھا کو تو یاد کر
رہیں گے وہاں کچھ سپاہی لگے — کہ قاری کے مُنہ پر سیاہی لگے

قاسم۔ خدا پر میں لیتا ہوں پھر اپنی راہ — رہے بندہ پرور کرم کی نگاہ (دلیل کھڑا ہوا)
(راہ میں، اپنے دل سے)
بُرا وقت قاسم نظر میں رہے — چُھری گھر سے لے لوں، کمر میں رہے
(لے لی)

دوسرا ایکٹ

دوسرا سین

مقام، گلی

؎ امیرن اپنے دل سے باتیں کرتی ہوئی آرہی ہے

امیرن یہاں سے وہاں، اور وہاں سے وہاں — گئی میں نگوڑی کہاں سے کہاں
بھلے کو تھا رستے میں خانم کا گھر — نہیں تو میں جوڑی میں جاتی کدھر
نہیں ناچتی پھرتی تھی کُل زمین — نہیں کٹتی اب چار انگل زمین
جوانی گئی، زور سارا گیا — مرے چین کا بیچ مارا گیا
بدن میں وہ پھرتی، وہ کس اب نہیں — ہیں آنکھیں مگر ان میں رَس اب نہیں
نہ چتون نکیلی، نہ دل میں اُمنگ — نہ بالوں میں گھونگھر، نہ گالوں پہ رنگ
کبھی ٹھیک نِک سُک سے بندی بھی تھی — خدا نے ادا اور پھبن دی بھی تھی

چمک بھی بہت تھی، دمک بھی بہت — مزہ یہ کہ مُنہ پر نمک بھی بہت
ہزاروں ہی کھائے موئے چوٹ تھے — وہ ٹھُکّے سے مرزا تو بس لوٹ تھے
ارے! لیکے پرّیا میں نکلی کدھر — کہ منحوس صورت پھر آئی نظر
ہنسا دیکھکر مجھکو، مُنہ ٹوٹ جائے — الٰہی، مُوے کا بدن پھوٹ جائے
(مخاطب ہوکر) بہت کٹ گئی تیری، تھوڑی رہی — لحد آج نگلے تجھے تو سہی

قاسم۔ بُوا، کوسنے مجھکو دیتی ہو کیوں — بھلا صبر بیکس کا لیتی ہو کیوں
رہی کس کی جان اور کسکی رہے — یہ فانی ہے، کون اسکو باقی کہے
ہنسا کس لیئے ہیں، یہ اچھی کہی — تو ہنسنا بُرا کیا ہے، لو پھر سہی

امیرن نہ کھیل او نگوڑے لنگوٹے میں آگ — ابھی خیر ہے، اپنا جی لیکے بھاگ
ترس کھا کے کہتی ہوں ہاں او سڑی — نہ برباد کر اپنی جان او سڑی

قاسم۔ ترس خوب آیا، اِدھر آؤ تو — ذرا اپنا بایاں قدم لاؤ تو
کیا زہر اُگل کر تمھیں نے تو قہر — کہ پھیلا ہے گھر سے گلی تک وہ زہر
گلی ہے یہ کچھ گھر تمھارا نہیں — گلی پر کسی کا اجارا نہیں
ارے! تم تو تیور بدلنے لگیں — اُچھلنے لگیں، ہاتھ ملنے لگیں

بہت دانت پیسے، تو کیا پاؤ گی　　　میں حلوا نہیں ہوں کہ کھا جاؤ گی
نہیں ان تلوں تیل، بس بس چلو　　　خدا کے لیئے اب ہٹو، اب ٹلو

امیرن۔ نہ اِترا بہت، چل پچھے مردوے　　　پھرے تیری صورت پہ جھاڑو موے
مجھ ایسی سے یہ چھیڑ خانی تری　　　نہ کام آئے تیرے جوانی تری
کوئی یوں کسی کو اجیرن نہ ہو　　　بس اب تو نہ ہو یا امیرن نہ ہو
چلوں اپنے چلتے نہ یہ راہ پھر　　　ترا مُنہ دکھائے نہ اللہ پھر

دوسرا ایکٹ

تیسرا سین

مقام، مکان کے اندر

امیرن اور زہرہ موجود ہیں

امیرن۔ اری، تو بھلی اور تری ضد بھلی　　　بُڑھاپے میں زُہرہ بہت تو کھلی
یہ پڑیا ہے، لے اور مرچان چھوڑ　　　مجھے، اے میں صدقے میں قربان چھوڑ

زُہرہ۔ یہ کیوں؟ میری اچھی ہُوا، خیر ہے　　　بتا، کیا ہُوا، کیا ہُوا، خیر ہے

امیرن تری خیر، جان اُس نگوڑے کی کھائے یہ بڑھیا رہے، چاہے چولھے میں جائے
مُوا، او کھیاں مجھپہ چھوڑا کیا پکا کر، کلیجے کو پھوڑا کیا

زُہرہ۔ بُوا، تجھپہ میں آنچ آنے نہ دوں کبھی تجھکو چولھے میں جانے نہ دوں
تو ہاں، ہے کلیجے کا پھوڑا کہاں؟ یہاں ہے؟ نہیں، پھر کہاں، کیا یہاں؟
(انگلی رکھ کے)
میں اِس کو دوا بھر کے اچھا کروں نہیں توبہ، چھُو کر کے اچھا کروں

امیرن۔ بتانے لگی مجھکو، اللہ کی شان! یہ ننّھا سا مُنہ، ہاتھ بھر کی زبان

زُہرہ۔ زبان ایسی کیا ہے چھپانے کی شے یہ دیکھ لے بُوا، چار اُنگل کی ہے
(زبان دکھا دی)

امیرن۔ چڑھانے لگی تُو تُو مُنہ، ہٹ اُدھر وہ کمرے کے در کے کھُلے پٹ اُدھر
وہ بی آتی ہیں، روک زُہرہ زبان اری، سانپ کے کان ہیں بی کے کان

زُہرہ تو آئیں، میں کہہ دونگی جو کچھ ہوا وہی، اُسکا جھگڑا ہی نا، کیوں بُوا

امیرن ترے سر گئی یا مرے سر گئی میں کمبخت دونوں طرح مر گئی

لے گیا تجھے اکھا کے بڑھیا کی جان   نہ اب سانس لونگی اکڑتی ہوں کان

دوسرا ایکٹ
چوتھا سین
مقام، گلی

قاسم کے گرد، رات کے وقت، چند آدمی ہجوم کرکے

ایک۔ ارے چور ہے چور، لینا اسے   خبردار، جانے نہ دینا اسے

دوسرا۔ یہ نکلا ادھر سے، وہ بھاگا اُدھر   کوئی روکنا بڑھ کے آگا اُدھر

تیسرا۔ وہ اُس نے قرولی نکالی، بچو   بغل کی طرف دے کے خالی بچو

حبیب۔ ذرا بھائیو دیکھے بھالے رہو   وہ اُترے کا ناکا سنبھالے رہو

قاری۔ وہ مردود جھپٹا، مجھے تھامنا   چھری سے ہوا کیا بُرا سامنا

دلدار خان۔ (ہیڈ کانسٹبل) اکڑتے ہو بھیا چھری تان کر   ذرا ہم غریبوں کو پہچان کر

قاسم ارے بھائی ولدارخاں واہ یار — بچ گئے اس آفت سے بلّٰہ یار

ولدارخاں (لوگوں سے) پکڑنا نہ کوئی خبردار، ہاں — (قاسم سے) یہ اندھیر کیا ہے، کہو یار، ہاں

قاسم نہ پوچھو کہ کیوں مجھ پہ بیلے ہوے — یہ پاپڑ ہیں قاضی کے بیلے ہوے
مرا دل کسی پر اگر آگیا — تو ان کی گرہ سے کہو کیا گیا
کھرے ہیں حضور اور کھوٹا ہوں میں — انھیں کیا کہوں ہیں کہ چھوٹا ہوں میں

ولدارخاں چلو، یوں ہی تھانے کو تم سب چلو — یہ جھگڑا لکھانے کو تم سب چلو
(سب گئے)

دوسرا ایکٹ
پانچواں سین
مقام، تھانہ

قاسم، قاری، حبیب، ولدارخاں، اور سیف خاں تھانہ دار۔ سب موجود

سیف خاں یہ کیا آفت آئی ہے، کیا قہر ہے؟ — بڑے آدمی ہیں، بڑا شہر ہے
وہ قاری ہیں شاید! نہیں وہ نہیں — گئے ہیں وہ دو تین دن سے کہیں!

قاری نہیں آسکا، اِسپہ نادم ہوں مَیں — معافی کا خواہاں ہوں، خادم ہوں مَیں

سیف خاں ابھی، دا و یاروں نے لے ہی لیا — وہ مار اڑنگا، وہ دھم چت کیا
چلو، خیر، بولو، کہاں آئے ہو؟ — یہ کیا سوانگ اس وقت تم لائے ہو؟

قاری۔ پڑا مجھکو چوروں سے پالا ابھی — نکل ہی چکا تھا دوالا ابھی
ہوا ہوگئے اور، سُنتے ہی شور — مگر یہ ملا ایک اُن میں کا چور

قاسم۔ نہ لو نام چوری کا، ہاں چاہ کی — پڑے جھوٹھے پر مار اللہ کی
یہ آفت کی چالیں، تلے پڑنہ جائیں — کہیں اُلٹی آنتیں گلے پڑ نہ جائیں

قاری۔ گلی میں رہو، گھر میں چوری کرو — یہاں آؤ تو سینہ زوری کرو

دلدار خاں۔ تو کیا یار قاری، میں تھا ہی نہیں — یہ، کمرکھ تلے سے ہٹا ہی نہیں

سیف خاں۔ یہ ہے کون، قاسم ہی نا، ہاں وہی — بڑا چور ہے، واہ اچھی کہی
بھلا چور پکڑا گیا کِس طرح؟ — مرا ہاتھ پکڑو، کہو، اِس طرح

کہیں نقب، کچھ مال، یا کچھ نہیں　　بس اس جھوٹھ کی انتہا کچھ نہیں
یہ ترکیب سیکھی تھی تم نے کہاں　　بٹیں خوب ہی دھول کی رسّیاں
ارے بھائی قاری خدا سے ڈرو　　کسی کو نہ یوں بے خطا لے مرو

قاری۔ خطا ہو نہ ہو، میں خطاوار ہوں　　فریبی ہوں، جھوٹھا ہوں، مکّار ہوں

حبیب (سیف خاں سے) بُری اِن کی نیّت، بُری اِن کی خو　　بس اب آپ کے ہاتھ ہے آبرو
کم ایسے ہیں دنیا میں نیک آدمی　　ہزاروں میں ہیں آپ ایک آدمی

قاری (سیف خاں کو انگلیاں دکھا کر) اِدھر دیکھیے، یہ، تو یہ، بس یہی　　وہ، ہاں یاد ہے مجھکو، وہ بھی سہی

سیف خاں جو چالان ہوگا تو پھنس جاؤ گے　　جہنّم میں تم لوگ دھنس جاؤ گے
چلو، جاؤ، کرنا نہ تکرار پھر　　نہ ہو غل غپاڑا خبردار پھر

قاسم۔ نہ یہ میرے سر ہوں، نہ میں اِنکے سر　　نہ چھینیں گلی یہ، نہ مانگوں میں گھر
یہ لیں اپنی راہ اور میں لوں اپنی راہ　　کریں یہ نباہ اور کروں میں نباہ

قاری۔ تری بن پڑی، چاہے جتنا تنے   بجے خوب جب خوب منڈھتے بنے
گھر اُجڑا ہے تو جا گلی ہی میں پڑ   گلی ہی میں مر اور گلی ہی میں سڑ

قاسم۔ یہ دنیا یہاں کیا گلی کیا محل   مرے آج اور دوسرا دن ہی کل
گلی پست ہو، دل نہیں پست ہے   فقیر اپنی کملی ہی میں مست ہے

دوسرا ایکٹ

چھٹا سین

مقام، مکان کے اندر

صفیہ، قاری، اور حبیب موجود

صفیہ۔ تو کیا اُس سے زک کھائے آتے ہو تم؟   کہ بیچھے سے کچھ پائے جاتے ہو تم
تگوڑے کا جھگڑا چکُا یا نہیں؟   جہنم کو وہ جا چکا یا نہیں؟

قاری۔ نہ پوچھو تھانے میں کیسی پڑی   خدا سے پڑا کام ایسی پڑی
خدا جانے کیونکر کھلی میری چال   کہ میں پھنستے پھنستے بچا بال بال
مری عقل کھوئی، مرا سر پھرا   کنواں میں نے کھودا تو میں ہی گرا
بہی اُلٹی گنگا وہاں، کیوں حبیب؟   بچی جان، کہیئے، میں تھا خوش نصیب

صفیہ ۔ تو ہاں، رہ گیا آج میرا سُہاگ ! لگاؤں میں ایسے نصیبے کو آگ
نہ تھانے کو جانا پڑے پھر کبھی مری چوڑیاں لو، پہن لو ابھی
کئے رہتے ہیں تم سے اِیکا حبیب لئے ہیں گواہی کا ٹھیکا حبیب
کہیں تم سے بڑھ چڑھ کے ہیں اُنکی ذات کہ تم ڈال ڈال اور یہ پات پات
پھر اَب چاہے جتنا ستم ڈھائے وہ گلی اُس کی، ڈنکے کی چوٹ آئے وہ

قاری ۔ نہ روؤ، نہ پیٹو، نہ چلّاؤ تم میں کھا لونگا جان اُسکی، غم کھاؤ تم
خود اپنے سَر الزام لینا بُرا مَرے گُڑ سے تو زہر دینا بُرا
وہ غافل رہے، یہ بڑی بات ہے بس اب سادھ لو چپ، یہی گھات ہے

حبیب ۔ بچا آج اگر وہ تو کل مار کھائے مرے ہتھکنڈوں سے کہاں بچکے جائے
اُسے کسکے پھندوں میں جکڑوں تو مَیں پکڑ اونٹ کی اَبکے پکڑوں تو مَیں

صفیہ ۔ چلو خیر، یہ ذکر جانے بھی دو سر آنکھوں پہ آئے وہ، آنے بھی دو
وہ کھانسا گلی میں، وہی ہے وہی میں ہاری پڑی، جیت اُسی کی رہی

قاری ۔ اذاں کو ہوئی دیر، اُٹھو اب حبیب نہیں تو نہ ہوگی جماعت نصیب
(گئے)

تیسرا ایکٹ

پہلا سین

مقام، مکان کے اندر

زہرہ، تنہائی میں، اپنے خیال کے ساتھ

زہرہ۔ سلامت پھرا میرا قاسم غریب — بلائیں میں لے لوں تری او نصیب

گیا جیسے ہوش، آگیا جیسے چین — وہ پھر پائی میں نے، جو جس شے نے چھینے

مگر دشمنوں میں ہے یوں اُسکی جان — ہے بتیس دانتوں میں جیسے زبان

تو کیا ہے، اے دل خدا کو نہ بھول — ہیں پلکوں میں آنکھیں تو کانٹوں میں پھول

خدا ہے جو حافظ تو پھر کس کا ڈر — کہ موسیٰ پلے اپنے دشمن کے گھر

اگر سانس پائیں تو یونس کہیں — کہ مچھلی نگل جائے اور بچ رہیں

اُسے موت، کر ہی چکی تھی ہلاک — موئی گور کھاتی اُسے، منہ میں خاک

قضا کو ہوا ہوگا صدمہ بڑا — نگلتے ہوئے کو اُگلنا پڑا

عدم کھینچ ہی لے چلا تھا اُسے — مگر چھین لائی یہ دنیا اُسے

کہو، رہ گئی آج دنیا کی شان — کہ دنیا بدن ہے تو قاسم ہے جان

مرے وہم کو سوجھتی تھی نئی — دکھاتا تھا کھٹکوں کی شکلیں کئی

جنون چال پر چال چلتا رہا — تصوّر کے نقشے بدلتا رہا

تڑپتے کٹی رات اُچھلتے کٹی — کلیجے کو ہاتھوں سے ملتے کٹی

مگر صبح کا منہ تھا ہنستا ہوا — خوشی کا شگون آج اچھا ہوا
نگاہ آرسی ہی سے پہلے لڑی — مری آنکھ میرے ہی منہ پر پڑی
مبارک ہوئی میری صورت مجھے — اِدھر آ مرے منہ، میں چوموں تجھے
وہ اماں اُٹھیں، شاید آئیں اِدھر — چلو، ٹل گئیں بی پڑوسن کے گھر
ہُوا، اُسکا ہونا نہ ہونے میں ہے — اُسے جوڑی آتی ہے، کونے میں ہے
تو کوٹھے پہ ملے ہے، دھڑکتا ہے دل — تو کیا دل پہ رکھ دوں میں پتھر کی سِل
میں کھڑکی کے روزن سے جھانکوں ذرا — وہ کونڈے میں لاڈو وئے پانی بھرا
(جھانکی)
پڑوسن وہ دھونے لگیں بالیاں — وہ اماں کترنے لگیں چھالیاں
گئی ہے گھر اپنے نصیبن غیبہ — بس اب کیا ہے، بڑھ او قدم، یا نصیب
مگر آئیں اماں تو کیسی پڑے — اَب اُلٹی پڑے، چاہے سیدھی پڑے
ہوا ہونگی گر چھپا نوں بھی پاؤں گی — پلک مارتے میں اُتر آؤں گی
(کوٹھے پر گئی)

تیسرا ایکٹ

دوسرا سین

مقام، کھڑکی

زُہرہ، قاسم کو پکارتی ہے

زُہرہ۔ اِدھر دیکھ، او میرے پیارے، اِدھر　　اِدھر، او مصیبت کے مارے، اِدھر
ہلا تُو جگہ سے تو دل ہِل گیا　　ملی مجھکو دولت کہ تُو مِل گیا
تری جان کشتی بلا سے لڑی　　بلا کیا بلا ہے، قضا سے لڑی
ہوی دور، خفّت کی ماری قضا　　کہ جیتی تری جان، ہاری قضا
مگر تیری صورت کو یہ کیا ہوا　　بدن آم ہے لُو کا مارا ہوا
گلابی گلابی وہ ہلکا سا رنگ　　نہیں آج گالوں پہ کل کا سا رنگ
میں کیا دیکھکر یہ اُداسی کہوں　　کہوں پھول رُخ کو تو باسی کہوں
تجھے غم نے چوسا تو وہ جی گیا　　مُوا جونک بن کر لہو پی گیا
مجھے رات بھر وہم گھیرے رہا　　دل اُلجھا ہُوا سا تہ تیرے رہا
کلیجا اُچھلتا رہا اِس طرح　　کوئی آنکھ پھڑکا کرے جس طرح
بدن کا تھا لرزے کے مارے یہ حال　　ہلے جیسے آندھی سے پھولوں کی ڈال
لہو آنسوؤں کو کہوں یا شہاب　　ٹپکتا تھا رینی سے گویا شہاب
خلش رونگٹوں کی رہی رات بھر۔　　ہوی رات کانٹوں کے اوپر بسر
یہ کھٹکا کہ آفت ترے سر نہ جائے　　تری جان سے دور، تُو مر نہ جائے
تری لَو لگائے سویرے اُٹھی　　دعا مانگتی مُنہ اندھیرے اُٹھی
الٰہی، بڑا شکر اس بات کا　　کہ کالا کیا تُو نے مُنہ رات کا
بلا بن کے پانی کہیں بہ گئی　　قضا لے کے اپنا سا مُنہ رہ گئی

مرا چین تو ہے، مری جان تو
اِس اَٹکے ہوئے دل کا ارمان تو

مرا غم تری آرزو ہی تو ہے
دیا جس نے یہ غم وہ تو ہی تو ہے

ترے غم میں جو میرے آنسو بہے
بدن کے لہو سے وہ اچھے رہے

جو ملتے وہ آنسو تو چنتا ابھی
مگر کیا کروں، یہ زمیں پی گئی

اُگل دے تو اِک شے بنے کام کی
میں تسبیح پاؤں ترے نام کی

وہ کیا؟ رنگ کا ذکر؟ گال اپنو دیکھ
یہ دونوں ہیں ویسے ہی لال، اپنو دیکھ

تجھے دیکھ کر رنگ میں پا گیا
کہ جو اُڑ گیا تھا وہ رنگ آ گیا

بس، اب میں تجھے منہ دکھاتا نہیں
کہ گرگٹ کی پھبتی نہ کہہ دے کہیں

زُہرہ - زمانے کا نقشہ ترا روپ ہے
ابھی چھاؤں تھی اور ابھی دھوپ ہے

خدا تجھکو بہروپیا کیوں کرے
نیا روپ یارب نہ اب تو بھرے

جو دے چاہ ان کی ترے دل کو درد
تو ہوں یہ مرے پھول سے گال زرد

اگر جان تیری مرے غم میں جائے
تو یہ حُسن میرا جہنم میں جائے

نہ سوچ اُس کو ایسا جو ہو گیا
کہ ہو اِس سے گذرا ہوا غم نیا

ارے ہاں، مَیں کہنے کو آئی ہوں کچھ
وہ کہنا یہ ہے، سُن، میں لائی ہوں کچھ

نہ ہو خرچ تو لے مری بالیاں
میں کھاؤں گی امّاں کی کچھ گالیاں

کھو گئی، اُتاری تھیں دھونے کو آج
مگر بھول، تاکے تھی، کھونے کو آج

خدا جانے، امّاں، وہ کیا ہو گئیں کہیں رکھ کے میں سو گئی، کھو گئیں
دکھانے کو، رونا تھا، بچپن کا کھیل لگا لوں گی آنکھوں میں بالوں کا تیل
میں روئی اِدھر، وہ چھپیں اُدھر چلو، ٹل گئی، میرے رونے کے سر

قاسم ۔ کروں شکر تیرا ادا کس طرح زباں بن سکے دل مرا کس طرح
میں ہر چند ہوں تیرے در کا فقیر نہیں ہوں مگر اپنے گھر کا فقیر
ضرورت ہے تو صرف زُہرہ کی ہے کہ ہے اک یہی دل میں رکھنے کی شے
جو پاؤں تو ..... ہاں کیا، وہ زیور کا ذکر نہیں مجھکو واللہ کچھ زر کی فکر
مجھے میرا در، شکر کافی ہیں بس ہے اللہ بس اور باقی ہوس
پڑی کیا یہ اُفتاد میرے ہی سر بنے اور بگڑے ہزاروں کے گھر
زمانے کی راہوں میں جس راہ جاؤ کہیں ہے اُتار اور کہیں ہے چڑھاؤ
جسے آج اوج اُسکو کل ہے زوال وہی ہے قمر اور وہی ہے ہلال
جو دنیا نہ رستے بدلتی رہے تو کیا ایک ہی چال چلتی رہے
نہ پھر رات دن ہو نہ دن رات ہو نہ جاڑا، نہ گرمی، نہ برسات ہو
یہ دنیا ہے، اس میں بڑے پیچ ہیں یہ ہیچ اور ہم ہیچ در ہیچ ہیں
اگر کٹ سکے وقت ہنس بول کر تو ہنس بول لیں لوگ جی کھول کر
نہ ہنسنے کی فرصت قضا نے تو پھر اجل قفل مُنہ پر لگا دے تو پھر

ذرا منہ سے کہہ اب ہنسے اب کھلے — دہن پر ہنسی آئی، وہ لب کھلے

زُہرہ - نہیں تو، ہنسی کیوں خود آنے لگی! — میں کیوں منہ خوشی کا چڑھانے لگی!
نہ یہ منہ کلی ہے، نہ یہ منہ انار — کہ جس کو ہنسی پر نہ ہو اختیار
ارے، میرے ہنسنے کی ٹوہ میں نہ رہ — چمک جائے بجلی، یہ بادل سے کہہ
ہنسانے میں شاید کوئی گھات ہے — مرے دانت دیکھے گا، یہ بات ہے
نہ ہیرے کہیں ہیں، نہ موتی کہیں — رہی دانت چمکانے والی نہیں
مرے منہ کے دانت اور مرے بس کے ہوں — میں منہ بند کرتی ہوں اب ایک سکر ہوں
ہنسوں میں اگر تو نظر پھیر لے — اِدھر سے ذرا منہ اُدھر پھیر لے

قاسم - وہ آئی ہنسی، دانت وہ کُھل پڑے — برابر برابر ہیں ہیرے جڑے
سلامت رہے تُو جوانی کے ساتھ — بڑھیں شوخیاں زندگانی کے ساتھ
سمیں کیا وہ جس میں کرشمے نہ ہوں — وہ دریا ہی کیا جس میں چشمے نہ ہوں
کرشموں سے چمکے جوانی کا حُسن — بڑھے جیسے لہروں سے پانی کا حسن
مگر دل کی ہمت سے ٹوٹی ہوئی — یہ بستی ہے صدموں کی لوٹی ہوئی
ترے ہجر کا غم شرارا بنا — تو دل مضطرب ہو کے پارا بنا
ملی کیمیا ساز سے تیری خو — کہ پارے کا کشتہ بنائی ہے تو

نہ ہو پاکے، پانی کا پینا نصیب تو ہو خاک پیاسے کو جینا نصیب
نکلتا نہیں صرف باتوں سے کام نہ میٹھا کرے منہ کو حلوے کا نام
نہ مانے طلبگار بے کچھ لیے نہ ہو سیر میخوار بے مے پیے

زہرہ شرابی ہے تو، یہ مقدر مرا تو کیا کوئی جینا نہ ہے گھر مرا

قاسم ترا جسم میخانہ اور حسن مے صراحی ہے گردن تو جام آنکھ ہے
بھری ہے بدن میں وہ مے لال لال کہ رنگت سے لب لال ہیں، گال لال
وہی مے تو ہے رنگ لائی ہوئی کہ آنکھوں پہ مستی ہے چھائی ہوئی
اسی مے سے ہے چور نشے میں تو کہ بہکی ہوئی ہے تری گفتگو
وہ مے تجھ سے مل کر جو پا جاؤں میں تو بنکر شرابی چڑھا جاؤں میں

زہرہ گھری ہوں میں کانٹوں میں جیسے ببول نگاہوں میں ہوں، جیسے جھاڑی میں پھول
مجھے قید خانہ ہے میرا مکان یہ دیدہ میں پتلی، یہ منہ میں زبان
جو نکلوں تو نکلے برائی میں نام خدا جانے، دم پہلے نکلے کہ جان
بھرا ہے مرا دل تری چاہ سے نہ ہو سچ تو بھر پاؤں اللہ سے
جو تو بننکے شہدی پڑے میرے ہاتھ تو [illegible] بنکر رہے میرے ساتھ

قاسم نہیں، یہ نہیں مجھکو منظور ہے — کہ رنگت بدلنے میں مشہور ہے
زمانے میں رنگ اُسکا جمنے نہ پائے — وہ، مٹی، ہوا، آگ، پانی سے جائے

زُہرہ۔ جو رنگت پہ جمتا نہیں دل ترا — تو بن جائے تو کاش سایہ مرا

قاسم۔ نہیں ہے وفا سائے کی ذات میں — کہ وہ دن ہی بھر کا ہے، دن رات میں
وہ گھٹتا ہے ہر روز بڑھنے کے بعد — اُترتا ہے اونچے پہ چڑھنے کے بعد

زُہرہ۔ تو لوں میں سر آنکھوں پہ اس شکل سے — یہ بال اور یہ پلکیں ہیں جس شکل سے

قاسم۔ میں اس تہ کو پہونچا، یہ مطلب ہے بس — سر آنکھوں ہی تک ہو مجھے دسترس

زُہرہ۔ ارے تو مرا دل، مری جان بن — مرا دین بن، میرا ایمان بن

قاسم۔ بنوں سب کچھ، آخر کہاں سے بنوں — فقط ہونٹھ، منہ، اور زباں سے بنوں
کہاں ہیں، کہاں تو کہ آئے نہ ہاتھ — یہاں ہیں، وہاں تو کہ پائے نہ ہاتھ

زُہرہ۔ نہیں راہ ملتی ہے نکلوں جدھر　　میں چڑیا ہوں اور یہ پنجرہ میرا گھر
پھرے تجھ سے دل تو خدا سے پھرے　　جو کہہ تو گروں جیسے آنسو گرے
مگر..... اَیں، وہ کیا، کیسی آہٹ ہے ارے!　　وہ زنجیر کی کھڑکھڑاہٹ ارے!
وہی میری بَیرن ہُوا ہو تو ہو،　　اُسی کو جو کھٹکا ہُوا ہو تو ہو
نصیبن نہ ہو، وہ تو باہر گئی　　ہَوا ہے ہَوا، توبہ کیا ڈر گئی
تو ہاں، تُو مجھے کس طرح پا سکے　　ہَوا ہو سکے تو یہاں آ سکے

قاسم۔ ہَوا کیوں بنوں میں کہ چلنا پڑے　　اِدھر اور اُدھر رُخ بدلنا پڑے
ہوا میں تلوّن ہے مجھ میں نہیں　　جما ہوں تو اب خاک ہونگا یہیں
نہیں کچھ بھی اس زندگانی کا عیش　　کہ فانی ہے اے جانِ فانی کا عیش
مگر کیا کروں شوق کے جوش کو　　کہاں جا کے پھینک آؤں آغوش کو
قیامت سے ڈر تُو کہ حسرت کے ساتھ　　پڑے تیرے دامن پہ قاسم کا ہاتھ

زُہرہ　تو کیا قاسم ایسا ہی دشمن ہے تُو　　کہ تاکے ہوئے میرا دامن ہے تُو
اگر ایک دامن کے ساتھے گئی　　تو چادریں اور اوڑھ لونگی نئی
چلو، ہو گئے کان، کَل کے لئے　　نہ چھوڑونگی اب تجھکو بے جُل دیئے
نہ بولوں گی مُنہ سے، نہ کھولونگی گال　　چُراؤنگی آنکھیں، چھپاؤنگی بال

نہاں تجھ سے کرتی ہوی راز کو — بدلتی ہوی اپنے انداز کو
جھجکتی ہوی اور رکتی ہوی — سمٹتی ہوی دور ہٹتی ہوی
زمیں پر دباتی ہوی اپنے پاؤں — نظر سے بچاتی ہوی اپنی چھاؤں
ادھر سے اُدھر یوں سے دوں جائے — نکل جاؤنگی، تجھ سے کترا کے میں
قیامت میں ہوگی بہت بھیڑ بھاڑ — ذرا سی تو ہوں، کون مشکل ہے آڑ
خدا تک میں یوں ہی پہونچ جاؤنگی — ترا منہ چڑھاؤنگی، اتراؤنگی
اگر تو نے چھیڑا تو میں رو پڑی — بلا بن گئی، تیرے سر ہو پڑی
خدا میرا بیکس سمجھے مان کر — ترس کھائے، عورت مجھے جان کر
یہ کیا ہوگیا، رُخ پھرا، سر جُھکا — چڑھیں تیوریاں، دل کسی کا رُکا
کوئی مجھ سے روٹھا، جو پاؤں اُسے — تو لاؤں، مناؤں، ہنساؤں اُسے
ستم ہے تو یہ ہے کہ پانا ستم — بلانا ستم، آپ آنا ستم

قاسم ۔ ستم کے سوا کوئی شے ہی نہیں — کرم بھی کہیں ہے کہ ہے ہی نہیں
جو رسّی دریچے سے لٹکائے تو — تو چھت پر مجھے رات کو پائے تو

زُہرہ ۔ اکیلی اندھیرے.... نہیں، کچھ نہیں — بلا سے، یہ چھپیں تیرے آنسو کہیں
تو جاتی ہوں، اب بات اسی پر رہی — جو یوں ہی خوشی ہے تو یوں ہی سہی
(گئی)

چوتھا ایکٹ

چھٹا سین

مقام، گلی

قاسم، رات کے وقت، انتظار کی حالت میں

قاسم۔ وہ آئی، نہیں، ابتو آئی، نہیں	ستم کر دیا تونے، آ بھی کہیں
نہیں آئی اب تک، تو کیا سو گئی	نہ آئی تو بس بھور ہی ہو گئی
جوانی بھی ہے اور دل اٹکا بھی ہے	خلش ہے تو اتنی کہ کھٹکا بھی ہے
امیرن بھی ہے، ماں بھی ہے، باپ بھی	کہیں لااُبالی نہ ہو آپ بھی
جو شاید نہ آئی تو جھوٹھی ہوی	تو شاید گئی ہو وہ روٹھی ہوی
یہ ہٹ میں نے کیوں کی کہ ٹوٹِل ضرور	وہ روٹھی ضرور اور رُکا دل ضرور
رُکے دل تو بگڑے صفائی کا رنگ	جمے بند پانی پہ کائی کا رنگ
نہیں تو یہ، ڈر سے جھجھک ہو تو ہو	وہ روٹھی نہیں مجھکو شک ہو تو ہو
ابھی سِن ہی کیا ہے، انیلی ہے وہ	اندھیری ہے رات اور اکیلی ہے وہ
گھڑے وہم سے ڈر کی شکلوں میں فہم	کہ وہمی ہے فہم اور خلّاق وہم
اگر خوف دے آکے دھوکے اُسے	تو وہم آدمی بن کے روکے اُسے
مگر اُس کے دل میں جو مجھے پائیگا	تو وہم اُس میں پھر کس طرح جائیگا
وہ گھنٹ، لے وہ آئی۔ کہاں، کچھ نہیں	تو سوئی، مگر یہ گماں کچھ نہیں

جن آنکھوں میں پھرتا ہے میرا خیال — گذر نیند کا اُن میں ہو، کیا مجال

ڈرے کیوں، وہ کچھ دل کی کچّی نہیں — تو کیا یہ سمجھ لوں کہ سچّی نہیں

خطر کیا جو ہے شب کا منظر سیاہ — کہ ہیں اُس کے بال اس سے بڑھکر سیاہ

اگر اُس کو بدبیں کا کچھ خوف ہو — تو وہ پھوڑ دے شمع کی آنکھ کو

مگر اس پاس اُسکے آنکھیں ہیں چند — اب اللہ جانے کھُلی ہیں کہ بند

کھُلی ہوں تو اب بند ہو جائیں سب — اُٹھیں حشر کو ایسے سو جائیں سب

تو اب رات کم رہ گئی، ہائے رات — گئی جتنی، کاش اُتنی پھر آئے رات

نہیں آئی تو کچھ نہ کچھ پھیر ہے — جو نیند آ گئی ہے تو اندھیر ہے

اگر شوخ چشمی دکھاتی ہے نیند — تو سولی پہ بھی آ ہی جاتی ہے نیند

گرج، تُو ہی بادل، جگا، شور سے — کڑک تُو ہی بجلی ذرا زور سے

چھپا کیوں ہے او رعد، آ، تُو ہی بول — مری سونے والی کی آنکھوں کو کھول

کہاں نکلی کوئل، کہو، بولتی — نہ اس وقت کمبخت تُو بولتی

جو زہرہ کے سر چڑھ کے تُو بول دے — تو وہ چونک اُٹھے، انکھڑیاں کھول دے

پپیہے کا اس دم گلا بیٹھتا — نہ یہ پیڑ ہوتا، نہ آ بیٹھتا

یہ پی پی کی آواز اچھی تو ہے — مگر آج کھَلتی ہے، جی ہی تو ہے

اسے سُن کے بٹتا ہے میرا خیال — دریچے سے ہٹتا ہے میرا خیال

وہ آئی، کہاں آئی، کوئی نہیں — تو پھر کیوں نہیں آئی جو سوئی نہیں

جو وعدے کو بھولی تو پھر کیا علاج — مگر اُس کے دل سے لگی ہو گی آج

بنی ہوگی سوتی دکھانے کو وہ — مگر ہوگی بے چین آنے کو وہ

چلی آئے سیدھی، یہ مشکل ہے آج — کہ زُہرہ کا دل چور کا دل ہے آج

وہ اب آگ لینے کو آئی تو کیا — مجھے داغ دینے کو آئی تو کیا

اِدھر سانس کی شکل وہ آئیگی — اُدھر اُلٹے پانووں پلٹ جائیگی

خدا آج مجھ پر ترس کھائے کچھ — یہ رات اور راتوں سے بڑھجائے کچھ

لگی ہوگی سورج کے تلووں سے آگ — اُسے عشق کے دل جلوں سی ہی لاگ

فلک، کاش اُسے سر اُٹھانے نہ دے — اُبھرنے نہ دے، باہر آنے نہ دے

فلک سے مگر رحم دشوار ہے — وہ خود ہی پُرانا جفا کار ہے

سحر منہ اندھیرے نہ آئے تو کیا — جو اتنے سویرے نہ آئے تو کیا

میں کہتا نہیں عمر بھر کے لیئے — مگر ہاں، پہر دو پہر کے لئے

وہ کھڑکی کھلی، ایں! کُھلی یا نہیں — کھُلی کیوں نہیں، کچھ مَیں بِھرا نہیں

وہ چٹکی بجائی، وہی آئی ہے — ارے، تُو نے رسّی بھی لٹکائی ہے

یہ ہے، ہاں ذرا اور، بس اَب نہیں — کھِسکتی ہے چڑھنے سے، کَس دے کہیں

چڑھا لے چلی ہے کہاں آرزو — بچانا مجھے میرے اللہ تُو

(چڑھ گیا)

چوتھا ایکٹ

دوسرا سین

مقام، کوٹھا

قاسم اور زُہرہ موجود

زُہرہ۔ بلائیں تو لے لوں مری جان مَیں — ترے پیارے مکھڑے کے قربان ہیں
کہوں کیا، یہ کیسی ملاقات ہے — ندی ناؤ سنجوگ کی بات ہے
یہ کوٹھا کہاں، تُو کہاں، مَیں کہاں — خدا جانے کیونکر میں آئی یہاں
ارے تُو نے پھانسا مرا بند بند — نظر مجھ پہ ڈالی کہ ڈالی کمند
زباں چلتی ہے جیسے جادو چلے — چلے ساتھ جادو، جدھر تُو چلے
ہے رگ رگ میں جادو میں اب کیا کہوں — تو کیا تجھکو جادو کا پُتلا کہوں

قاسم۔ کہاں میں کہاں تُو، یہ قسمت کا کھیل — منڈھے چڑھ گئی آج کی رات بیل
ہنسی آتی ہے سُنکے جادو کا نام — کشش دل کی کرتی ہے جادو کا کام
زمانے میں جادو جو ہے کوئی شے — تو واللہ زہرہ ترا حُسن ہے
جو چتون نے جادو سے پکڑا مجھے — تو بالوں نے پھندوں میں جکڑا مجھے
چھب اپنی ہی نظروں سے اپنی نہ دیکھ — نگاہیں مری لے کے آئینہ دیکھ
ذرا تن کے دیکھ اپنے قامت کو تُو — کہ دیکھے مجسّم قیامت کو تُو
نیا رنگ گالوں پہ لایا شباب — بھرا اُسنے شیشوں میں گویا شہاب

جو مل جائیں گال اور گُل، لال لال　　　تو شک ہو کہ ہے کون گُل، کون گال

زُہرہ۔ ہنسا کس لئے، غم کو اتنا نہ بھول　　　کلی بنکے رہ، پھول بنکر نہ پھول
ملے ہم تو ہونے کو ہیں اب جُدا　　　ہنسی سے ہوئے جس طرح لب جُدا
صفت حُسن کی کرکے گھاتیں نہ کر　　　نہ کر، یہ خوشامد کی باتیں نہ کر
خُدا نے کیا خوبصورت مجھے　　　ترے وصف کی کیا ضرورت مجھے
نہ پھلونگی میں سُنکے یہ گفتگو　　　لگا نے چلا جونک پتھر کو تُو

قاسم۔ سمائی جو دل میں خوشی بنکے تُو　　　تو آئی لبوں پر ہنسی بنکے تُو
گھڑی دو گھڑی کی ملاقات ہے　　　مگر یہ بھی زُہرہ بڑی بات ہے
بہت ہے، اگر ہو خوشی کم سے کم　　　کہ پیدا ہوی ہے خوشی غم سے کم
بہت روگ انسان کے ساتھ ہیں　　　ہزار آفتیں جان کے ساتھ ہیں
بلاؤں میں راحت کہیں نام کو　　　جو کانٹے ہزاروں تو پھول ایک دو
خوشامد نہ کہہ، جان اسے تُو جواب　　　دیا میں نے جادو کا جادو جواب
کشش عشق اور حُسن کی سِحر ہے　　　کِھچیں دل، مِلیں دل، یہی سِحر ہے
یہ کیا! تُو سرکتی، سمٹتی ہو کیوں؟　　　یہ بڑھنے کا موسم ہے، گھٹتی ہو کیوں!
ہیں آیا نہیں اِس حیا کے لئے　　　ہٹا رُخ سے آنچل خدا کے لئے

زُہرہ ہُوا باہر آپے سے اِترا کے تُو — حیا ہی کے پیچھے پڑا آ کے تُو
یہ صدقہ نہیں ہے، اُتاروں جسے — یہ چڑیا نہیں، تجھپہ واروں جسے
نہ منہدی کی رنگت ہے جو چھوٹ جائے — نہ مٹّی کی مورت ہے جو ٹوٹ جائے
بدلتی ہے ضدّن کی عادت کہیں — یہ تیور نہیں، رت نہیں، رُخ نہیں
حیا ساتھ عزّت کے، عزّت کی شان — حیا ساتھ عورت کے، عورت کی جان

قاسم۔ یہ گھونگھٹ بھی ہے کس بلا کی ادا — حیا کی حیا، اور ادا کی ادا
نہیں ہے نظر سے بچاؤ آپ کہیں — شنکاری کی ٹٹّی ہے، گھونگھٹ نہیں
نزاکت یہ شاید گراں ہے حیا — کہ آتے ہی نیچے کو سر جھک گیا
تو ایسی کو تو مُنہ لگاتی ہے کیوں — اِسے ساتھ خلوت میں لاتی ہو کیوں
ہے مُنہ چور خود اور جب آتی ہو یہ — تو آنکھیں چُرانا سکھاتی ہو یہ
یہ گھونگھٹ کا عُقدہ اکھلے اور کُھلے — لفافہ حیا کا کُھلے اور کُھلے
دکھا کھلکے آنکھیں کہ چھوٹے حجاب — مرا دل نہ ٹوٹے جو ٹوٹے حجاب

زُہرہ۔ بلا آج قابو، حیا کو چھوڑا — جو کل بس چلے تو خدا کو چھوڑا
ہوئی چُوک، دھوکا میں کھا ہی گئی — اکیلی ترے بس میں آ ہی گئی

قاسم۔ نہ جائے گی چوری تری کوئی شے — کہ اللہ کا خوف پہرے پہ ہے
نگہباں ہے خود، جسکا عصمت ہے نام — اکیلی یہ سو لاکھ پہروں کا کام
مگر یہ جو رُخ پر رہا رات بھر — تو ارمان کا خون گھونگھٹ کی سر

زُہرہ۔ نہ سیٹھوں، نہ جھیپوں، نہ پروا کروں — نظر تو لگا دے تو میں کیا کروں
کبھی رُخ سے گھونگھٹ نہ سرکاؤنگی — میں تیری نظر کو نہ پر کاؤں گی
نظر سے دھڑکتا ہے کیوں میرا دل — یہ سب ہے میرے ماتھے پہ کاجل کا تل
لڑیں تجھ سے آنکھیں تو کیونکر لڑیں — یہ پردوں میں رہتی ہیں کیا کھُل پڑیں
اِن آنکھوں ہی میں شرم مارہ آج تو — خدا کے لئے رکھ مری لاج تو
نگاہیں، مری پتلیوں سے کہیں — کہ پلکوں کے پردوں کو چھوڑے رہیں
نہ ہل او زباں تو، جو بولوں بھی میں — نہ کھل او مرے مُنہ، جو کھولوں بھی میں
جو تیرے اُٹھانے کو میں مان جاؤں — تو اُٹھنا: ادھر میں قربان جاؤں
ارے توبہ، چادر نہیں لائی میں — دوپٹا یہ ہلکا سا اوڑھ آئی میں
اندھیری ہے ساون کی، یہ خیر ہے — تو بجلی کو پردے سے کیوں بیر ہے
اٹھا ہے آنچل، نظر پھیر لے — اُدھر پھیر لے مُنہ، اُدھر پھیر لے

قاسم۔ نظر پھیروں، مُنہ ادھر پھیر لوں — میں سب پھیر لوں، دل اگر پھیر لوں

مرا دل سبب میری شامت کا ہے — یہ چھوٹا سا ٹکڑا قیامت کا ہے
مرا خون پی کر بغل میں پلا — مگر تجھ سے مل کر مجھی کو کھلا
یہ کھوٹا ہے، آتا نہیں میرے کام — اسی سے تو رکھا گیا قلب نام
سزا ہے، کہ اُلٹا لٹکتا رہے — نہ ہو چین اسے سر ٹپکتا رہے
پھلا دل کا دیوانہ ہونا تجھے — ملا کھیلنے کو کھلونا تجھے
لڑکپن کی عادت نہ چھوڑے گی تو — نہ مانے گی، جب تک نہ توڑے گی تو
میں بیٹھا ہوں خفت کا مارا ہوا — جواری کوئی جیسے ہارا ہوا

زُہرہ۔ کسی کو تو ہو مجھ سی پیاری نصیب — کسی کو ہو تجھ سا جواری نصیب
یہ قسمت کا کھیل، اس پہ کیا اختیار — مقدر کے ہاتھوں ہے جیت اور ہار

قاسم میں ایسا ہوا تیری چالوں سے تنگ — کہ بگڑا عناصر کی چوپڑ کا رنگ
خدا نے تو اچھا بھلا دل دیا — لہو تو نے ان چٹکیوں سے کیا

زُہرہ لہو بڑھ گیا، کچھ گھٹا تو نہیں؟ — کہ اب یا تو ہاں منہ سے، یا تو نہیں

قاسم لہو کیا بڑھا، دل کے ماتھے گئی — کسی کی زباں چٹکیاں لے گئی

چلو چٹکیو، کچھ ادھر ہے ابھی　　ہُوا دل لہو تو جگر ہے ابھی

زُہرہ۔ کہیں چٹکیوں کی یہ عادت بھی ہے　　ترے پاس کوئی شہادت بھی ہے
مرا دل ترا گھر، یہ سچ ہے کہ جھوٹھ　　مٹا تو مرا گھر مٹا، تُو نہ روٹھ
کہاں دل، کہاں چٹکیاں، یا نصیب　　ہُوا مُفت دھبّا لہو کا نصیب
ہے پہلو میں روزن کہاں، یہ بتا　　کدھر سے گئیں چٹکیاں، یہ بتا
گئیں چٹکیاں، یہ کرامت سہی　　کیا خون، اس کی ندامت سہی
مگر اُنگلیاں تو بھری ہی نہیں　　یہ سوکھی ہیں، اِن پر تری ہی نہیں
اندھیرا بھلا، ورنہ دیکھے جو تُو　　تو مہندی کی رنگت کو کہدے لہو
گئے ہوں جو تیرے بدن کے قریب　　تو ہاتھوں کو پھر ہو نہ مہندی نصیب

قاسم　ملے پھر نہ مہندی، یہ اچھی کہی　　نہ مہندی سہی، خون میرا سہی
میں خوش ہوں کہ تیری زباں کُھل پڑی　　مگر چٹکیوں ہی پہ یہ تُل پڑی

زُہرہ　ترازو بنیں چٹکیاں، اور لو　　تُلی اُس میں میری زباں، اور لو

قاسم　نہ زُہرہ بگاڑ اس بنے کھیل کو　　اُڑا چٹکیوں میں نہ اِس میل کو

اُڑے جاتے ہیں ہوش آئے ہُوے
کہ یہ رات ہے پَر لگائے ہُوے

فلک دُور ہے، کون جا کر کہے
کہ آج اک ذرا چال دھیمی لیے

یہ دے کون سورج کو جا کر پیام
کہ یا خود ہی تھم، یا شعاعوں کو تھام

سَحَر کا گلا گھوٹنے کون جائے
کہ ہو دم بخود، سانس لینے نہ پائے

اِدھر رات، اُدھر دن، سَحَر بیچ میں
یہ پُتلی، یہ دیدہ، نظر بیچ میں

نظر کو تو کر لوں میں آنکھوں میں بند
سَحَر کو نہ پاؤں کہ ہے وہ بلند

کہاں تھا تصوّر، کہاں جا پڑا
سحر تو نہ آئی، جنوں آ پڑا

سَحَر کا کلیجا پھٹے جب پھٹے
ترے رُخ سے گھونگھٹ تو پہلے ہٹے

اُکھڑتی ہے تھّے سے تو کر کے میل
یہ ضد ہے کہ بگڑے نہ پردے کا کھیل

بڑی پردے والی، تو مَلمَل ہی کیا!
یہ مکڑی کے جالے کا آنچل ہی کیا!

ذرا مُنہ سے پھونکوں تو ہو تار تار
نگاہ آنے جانے لگے وار پار

مگر اِس اندھیرے نے روکی ہے راہ
یہ کافر ہمیشہ رہے روسیاہ

نظر بھر کے دیکھوں میں کیونکر تجھے
چھپانے ہے ظلمت کی چادر تجھے

اِن آنکھوں پہ بجلی کا احسان ہے
اِسی سے نگاہوں میں کچھ جان ہے

بس اتنا میں سمجھا کہ کچھ ہے سہی
دوپٹے کے اندر ہی اک شے سہی

وہ کون آیا، واللہ کوئی نہیں
وہ گھونگھٹ ہٹا، وہ دہن، وہ جبیں

چمکتے ہیں دیدے، لٹکتے ہیں بال
کتابی ہے چہرہ، گلابی ہیں گال

لبوں پر تبسّم سا آیا ہوا　　جبیں پر ہے اِک تِل بنایا ہوا
شگفتہ جبیں، رنگ ہلکا سا ہے　　یہ رُخ کیا ہے پھول اک کنول کا سا ہے
وہ آنچل کا بن سر سے ڈھل ہی گیا　　گُل تیرے چلنے کا چل ہی گیا

زُہرہ- اُڑا میرا پردہ، کھلا تیرا جعل　　چھوڑا لے، چھوڑا لئے میرے منہ کے لعل
نہ گھور اس قدر تو، کر آنکھوں کو بند　　نہیں تو میں لے آؤں آگ اور سپند
مرے گال نازک ہیں، رحم اِن پہ کر　　کہ کانٹا سی چُبھتی ہے تیری نظر
کہیں نیل چہرے پہ پڑ جائے تو　　مری پیاری صورت بگڑ جائے تو
نہ چمکے جو بجلی تو چمکیں نہ گال　　ہُوا کرے مجھ کو تیرا خیال
مگر رشک سے داغ کھانے لگی　　تڑپنے لگی تلملانے لگی
شرارت سے چمکی، جلن سے جلی　　مری تاک میں لے کے مشعل چلی
پلک مارتے، اُس طرف، اِس طرف　　پھری ہر طرف، میں چھپوں کس طرف
چمک سے چمک نے کیا خوب میل　　ہے بدلی کے دامن پہ بجلی کی بیل
الٰہی، جلاتی ہے بجلی مجھے　　لگے آگ اس میں، ابھی جل بجھے

قاسم　چمکنے سے بجلی نہ باز آئے گی　　ترے کوسنے سے نہ ڈر جائے گی
بڑی روح بجلی کی پانی کے ہاتھ　　ہمیشہ وہ رہتی ہے بدلی کے ساتھ

وہ جھکا کرے اور میں گھورا کروں　　غرض شوق دیدوں کا پورا کروں

زُہرہ۔ میں کہتی ہوں، اتنی نہ کر دیکھ بھال　　میں کہتی ہوں، آنکھوں میں آنکھیں نہ ڈال

نہ کھا، دیکھ، اِن کافر آنکھوں کی مار　　کہ ہیں اِنکی پلکیں بہت خار دار

جو گھونگھر ہیں بالوں میں، پھر تجھکو کیا　　جو سرخی ہے گالوں میں، پھر تجھکو کیا

گلابی ہیں دیدے، گلابی سہی　　شرابی ہیں، اچھا، شرابی سہی

گرہ میرے جوڑے کی سوجھی نہیں　　ابھی یہ پہیلی تو بوجھی نہیں

مرے دانت کیا تھا، کیا گول ہیں　　یہ جتنے ہیں موتی سب انمول ہیں

خدا جس کا منہ موتیوں سے بھرے　　اُسے ناز زیبا ہے، جتنا کرے

قاسم۔ قیامت ہے جو تیرا انداز ہے　　تو کیا حسن سب ناز ہی ناز ہے

زُہرہ۔ میں نازوں کے سانچے میں ڈھالی گئی　　میں نازوں کی گودوں میں پالی گئی

مرے ناز دیکھے گا تو پھر کبھی　　کہ شب کی بغل میں چھپے ہیں ابھی

ابھی میں نے صورت دکھائی ہی کیا　　جو کھلکر نہ آئی تو آئی ہی کیا

تجھے شب کو مشکل ہے دل تھامنا　　بھلا دن کو کیا ہو جو ہو سامنا

جو کھل جائیں زلفیں تو لہرائیں سانپ　　تجھے دیکھ لیں داہنے بائیں سانپ

جبیں پھول ہے، قد ہے بیلے کا پیڑ
کہ پھلیاں بھنویں، قد ہے کیلے کا پیڑ
یہ دو ہاتھ، شمعوں کی دو بتیاں
یہ دو ہونٹھ لالے کی دو بتیاں
ہے یاقوت کی لونگ اِس ناک میں
یہ لے چبھ کے دل کو کہ ہے تاک میں
یہ چھوٹا سا مُنہ، یہ چمکتی جبیں
مگر سیل آنکھوں میں مطلق نہیں
اِن آنکھوں میں ہیں شوخیاں ہر جگہ
مروّت نے پائی نہ تل بھر جگہ
تجھے، تیری نیت کا پھل دونگی میں
جو چھیڑے گا مجھکو تو چل دونگی میں

قاسم- ابھی چل بسوں، اُٹھکے چل دے جو تو
رہے تیری گردن پہ میرا لہو
قیامت کے دن رنگ لائے وہی
نہ سر چڑھ کے بولے وہاں تو سہی

زُہرہ- وہاں لاؤں ایسا نیا رنگ میں
کہ چھپنے نہ دوں خون کا رنگ میں
رہوں سُرخرو حشر کے دن یہیں
نہ میداں جیتوں تو زُہرہ نہیں
اچھوتی بنوں، شرم والی بنوں
انیلی بنوں بھولی بھالی بنوں
چباؤں میں ہونٹھ اور جھکاؤں میں سر
جبیں پر شکن ہو، زمیں پر نظر
میں اکڑوں تو سب تجھپہ اُلٹی پڑیں
تجھے پھر تو لینے کے دینے پڑیں
نزاکت کے دھوکھے میں لوگ آہی جائیں
میں عورت ہوں مجھپر ترس کھاہی جائیں
کہے خلق تجھکو کہ جھوٹھا ہے تو
کہاں یہ غریب اور کہاں یہ لہو

خدا ہے جمیل، اسمیں کچھ شک نہیں — وہ محبوب اُسے جسکی صورت حسیں
وہ اِس حُسن ہی کا طرفدار رہو — مری جیت ہو اور تری ہار رہو
دہاں مجھ سے، مُنہ کی جو تُو کھائے گا — تو اپنا سا مُنہ لیکے رہ جائے گا
ہٹ، ہنس..... آیں، کدھر ہاتھ، کچھ خیر ہے — نہ چھونا مجھے، تو ابھی غیر ہے
جو میں ہٹ کے بیٹھوں تو تُو کیا کرے — بتا، پھر تری آرزو کیا کرے

قاسم۔ کٹوں شرم سے، رنگ جیسے کٹے — گھٹوں درد سے، عمر جیسے گھٹے
کدورت سے دب جائیں یوں ولولے — دبے جیسے مُردہ زمیں کے تلے
اُٹھوں، جان سے ہاتھ دھوتا ہوا — اُتر جاؤں کوٹھے سے روتا ہوا

زُہرہ۔ بڑا رونے والا ہے، بچّا ہے نا — اناڑی ہے نا، دل کا کچّا ہے نا
ترے رُخ کی رنگت وہ کیا اُڑ گئی — ابھی میں نے جگنو سے دیکھے کئی
وہ آنکھوں میں آنسو بھرے ہی تو ہیں — وہ دیدوں کے اوپر دھرے ہی تو ہیں
نہ جنبش کریں تیری پلکیں ذرا — یہ دونوں پیالے نہ چھلکیں ذرا
جو چھت ہی پہ ٹپ..... ایں، غضب ہو گیا — ابھی گر کے بُندا کہیں کھو گیا
اُدھر، اور اُدھر، میں ہٹی اب کہ تُو — بڑھا اپنو ہاتھ، اپنو آنچل کو چھو

قاسم مرے ہاتھ اُس شان کے پاک ہیں — ورق جیسے قرآن کے پاک ہیں
مرا دل ہے واللہ باللہ پاک — ہے میرے عناصر میں کعبے کی خاک
نہیں ہستی کو سمجھے ہوئے ہوں قلیل — حدوث اسکا ہے خود فنا کی دلیل
اجل آئے گی، عمر کٹ جائے گی — یہ روح اپنے رستے پلٹ جائے گی
بتاؤں تجھے اور کیا روح کو — فنا جسم کو ہے، بقا روح کو
کہوں کیا کہ رو کی گئی ہے زبان — ہے اللہ کا حکم، بس اس کو مان
بدن خاک میں مل کے ہو جائے خاک — رہے روح برزخ میں دنیا سے پاک
مجرّد رہے، لوث سے پاک ہو — اسے علم ہو، حس ہو، ادراک ہو
زمانے میں انسان جب تک جیا — یہاں جو لیا، جو دیا، جو کیا
وہاں روح کے سامنے سب ہو پیش — بھلائی ہو نوش اور بُرائی ہو نیش
ہے اللہ کے ہاتھ پھر اختیار — جو بخشے تو جنّت، نہ بخشے تو نار
بشر زندگی میں چلے نیک چال — تو جنت کے میووں سے ہو وہ نہال
گناہوں کی کالک سے ہو روسیاہ — تو لے روح اُس کی جہنّم کی راہ
بُرا ساتھ ہر دم ہے شیطان کا — کہ شیطان ہے نفس انسان کا
مگر جسکے پلّے پر اللہ ہو — نہ بہکے، نہ بھٹکے، نہ گمراہ ہو

زہرہ خدا جانتا ہے قرینہ مرا — ہے زمزم کا پانی پسینا مرا

پڑھیں میرے دامن پہ مریم نماز　　تو ہو اِس عبادت پہ بیوی کو ناز
مجھے دل سے تُو اپنا کعبہ سمجھ　　دوپٹّے کو کعبے کا پردہ سمجھ
میں کیا مل گئی تیرا حج ہو گیا　　بڑھا خَلق میں ایک حاجی نیا
تو کیوں آ ملی، بس سمجھ کھو گئی　　میں اس چاہ میں باؤلی ہو گئی
یہ لائی، میں آئی، جو آئی تو خیر　　بدی تھی ترے ساتھ کوٹھے کی سیر

قاسم۔ تو کچھ سیر ہی تک میں رہتا نہیں　　مگر خیر، ابھی کچھ میں کہتا نہیں

زُہرہ۔ گلی خَلق کی، اُس میں رہ شوق سے　　زباں تیری، مُنہ تیرا، کہہ شوق سے

قاسم۔ کدھر سے کدھر پھر پڑی، کٹ گئی　　کہاں سے کہاں ہو رہی، ہٹ گئی
ہوا بنکے چلتی ہے تیری زبان　　بہت رُخ بدلتی ہے تیری زبان
نہ رستے پہ آئے تو، نہ مطلب کی کہہ　　میں پچّھم کی پوچھوں، تو پورب کی کہہ
کہاں ہونٹھ ہیں؟ کہہ، جہاں بال ہیں　　کہاں ہاتھ ہیں؟ کہہ، جہاں گال ہیں
بگڑنا ہی میرے مقدّر میں ہے　　ہکا بکّی خدائی ترے گھر میں ہے
غرض بلا کہ ہو میری حالت بُری　　چلاتی ہی رہ مجھ پہ اُلٹی چھُری

زہرہ - گئی میں کدھر اور رہتی میں کہاں | وہیں ہوں خدا کی قسم تھی جہاں
جو تو مجھ سے سیدھی پر اُلٹی جڑے | تو ایسا نہ ہو تجھ پر اُلٹی پڑے
میں کیوں تیرے دھوکے میں آنے لگی | میں اُلٹی چھری کیوں چلانے لگی
جو رحم آئے تو کام ادھورا ہی ہو | اور اس ناز کو ضد کہ پورا ہی ہو

قاسم - زباں تیری اور رحم کا نام لے | ستم ہو جو تو رحم سے کام لے
تجھے آئے رحم، ایسی تُنے ہی نہیں | کہ وہ تیری فطرت میں ہے ہی نہیں
ستم سے اگر عشق محروم ہو | تو کب حُسن کے ناز کی دھوم ہو
میں خوش ہوں کہ کرتا ہے حُسن ناز | ترے حُسن کی عمر یا رب دراز
مگر رات ساری جو یوں ہی کٹے | تو میرا جگر پو سے پہلے پھٹے
نکال ایسی ملنے ملانے کی راہ | کہ ملتی رہے آنے جانے کی راہ
نہیں تو سحر اور حسرت کا ڈھیر | گلی اور میں، اور قسمت کا پھیر

زہرہ - میں مجبور ہوں، کیا ٹھکانا مرا | قیامت کا آنا ہے، آنا مرا
مری تاک میں، اُسکی آنکھ، اِسکی آنکھ | اکیلی بچاؤں میں کس کس کی آنکھ
جو آنکھیں بچاؤں تو کانوں کا ڈر | وہ آہٹ سُنیں تو زبانوں کا ڈر
غرض ایک جان اور بلا پر بلا | مرادم حسین اور یہ گھر کربلا

میں آج آئی دل پر کڑی جھیل کر　　جگر کر گئی جان پر کھیل کر
ہوا سن سے نکلی تو دم رک گیا　　میں سن ہو گئی اور قدم رک گیا
بڑھی، جیسے چھپکر محبت بڑھے　　چڑھی، جیسے آہستہ سایہ چڑھے
دل اب تک دھڑکتا ہے، توبہ نہیں　　جو گھبرا کے تو ہاتھ رکھدے کہیں

قاسم۔ تری بدگمانی کا ہو کیا علاج　　میں سمجھا کہ ہے یہ مرض لا علاج
نہ تو حق کو مانے، نہ قرآن کو　　بغل میں دبائے ہے ایمان کو
ابھی خود ہی تو میرا کعبہ بنی　　ابھی میرے ہاتھوں سے یہ بدظنی
ہے چھونے ہی کے ڈر سے تو منتشر　　جو میں اپنے کعبے کو چوموں تو پھر
چھوؤں تیرے آنچل کو تو کیا خطا　　کہ پردہ ہے یہ میرے کعبے ہی کا
تو کیا ہاتھ اپنے ہلاؤں نہ میں　　یہی کیوں نہ کہدے کہ آؤں نہ میں

زُہرہ۔ ہُوا تو خفا، یہ تجھے کیا ہوا　　کہ باتوں کا لہجہ ہے بدلا ہوا
کہاں مجھ میں خو بدگمانی کی ہے　　یہ باتوں میں شوخی جوانی کی ہے
جوانی بھی ہے، حُسن کا نور بھی　　میں دونوں کے بَل پر ہوں مغرور بھی
اُمنگوں کے سِن میں نہ اِتراؤ نگی　　تو اِس کو دوبارہ کہاں پاؤ نگی
تو کیا تیری خلقت میں غمزا نہیں　　وہ ہو کیا، کہ تو خود ہی مجھ سا نہیں

نہ میری سی آنکھیں، نہ میرے سے بال — نہ منہ ایسا چھوٹا، نہ ہونٹھ ایسے لال

میں غمزے تجھے دوں جو تو لے سکے — ابھی لے اگر میری خو لے سکے

تو کیا مفت دوں، یوں نہ دونگی کبھی — میں قیمت میں لے لونگی آنسو ابھی

میں چوکی، جو تو روئے تو کیا کروں — تو آنسو کہاں تک میں پونچھا کروں

یہ باتیں کسی کے رُلانے کی ہیں — کُھلی کتنی میری زباں، اُف ری میں

میں قائل ضرور اپنی شامت کی ہوں — مگر چُلبلی کس قیامت کی ہوں

طبیعت میں نقشہ شرارے کا ہے — یہ گورا بدن میرا پارے کا ہے

تو کیا میں ڈرونگی، خفا ہو تو ہو — میں غمزے کروں گی، جفا ہو تو ہو

جو ہر روز قاسم تجھے پاؤں میں — تو للچاؤں، تڑپاؤں، ترساؤں میں

قاسم- الٰہی ترا حُسن دِن دِن بڑھے — کرشمے بڑھیں، جسقدر سِن بڑھے

جوانی ہے پیاری مگر جوش قہر — ادا اِس کی بانکی ہے، لطف اِسکا زہر

خود اچھی، بُری لیکن اس کی اُمنگ — کہ یہ عقل کے ساتھ رکھتی ہے جنگ

جوانی سے ہوتے ہیں لاکھوں گناہ — اِسی سے تو رہتی ہے یہ روسیاہ

جو کھولے جوانی کی گرمی کا خون — تو نکلے بخار اِس کا بنکر جنون

جوانی میں غمزے کی تیزی بُری — سیہ مست گویا لیے ہے چُھری

مگر تیرا غمزہ بڑی چیز ہے — تبرک ہے کعبے کی ہر ایک شے

پڑے تیرا غمزہ اگر میرے ہاتھ   تو اُس کو کروں صرف تیرے ہی ساتھ

تری شئے جب آئیگی تیرے ہی کام   تو کس مُنہ سے تو لیگی قیمت کا نام

ہیں آنسو بھی دیدوں کہ جاری ہیں یہ   مگر تُو کہے گی کہ کھاری ہیں یہ

وہ کیا بات، ہاں، مجھکو ترسائے گی   مری چُپ بھی کیا مجھسے چھِن جائے گی

تو کیا ضبط دنیا سے کھو جائے گا   تو کیا صبر نابود ہو جائے گا

۴۷ - نہیں، یہ نہیں، چُپ میں کیا لطف ہے   ترے روٹھنے میں بڑا لطف ہے

یہ ماتھا ترا، جیسے پانی کی نہر   شکن اسپہ ہو، جیسے پانی پہ لہر

ترے کان اور ہونٹھ، ٹیسو کے پھول   یہ سب زرد ہوں، جیسے کھولے ببول

مجھے تیرے گالوں پہ ہو یہ گماں   کہ پت جھڑ کے پتّے اُڑ آئے یہاں

اگر چپ رہے تو نہیَ سیر ہو   کہ تو بُت ہو، قاری کا گھر دیر ہو

مگر مجھ کو کھٹکے گی مورت ضرور   بگاڑوں گی میں تیری صورت ضرور

جو بولے تو ظاہر ہو غصّے کا طور   کہے مُنہ سے کچھ اور، نکلے کچھ اور

جو گرم آہ کھینچے تو کہدوں غلط   اندھیرے میں کھینچا ہے گندھک سے خط

پڑیں میرے غمزوں کے تیر اِس قدر   کہ چھِد چھِد کے چھلنی ہو تیرا جگر

کبھی دل، کبھی تو جگر تھام لے   کبھی دونوں ہاتھوں سے سر تھام لے

کبھی خشک ہونٹھوں پہ پھیرے زبان   کبھی دیکھے ناخن، کبھی آسمان

میں چُپ سادھ لوں مُسکرایا کروں	سوا اِسکے تو ہی بتا، کیا کروں

قاسم۔ میں پہونچا سزا کو بھی مطلب کو بھی	مجھے بھی اُڑاتی ہو تُو، شب کو بھی
سبنے آج قینچی کے پھل تیرے لب	کٹی جاتی ہے اِنکی چالوں سے شب

زُہرہ۔ ٹھہر جا، ٹھہر جا، غلط ہے یہ بات	نہ قینچی کے پھل لب، نہ کیڑے ہیں رات
تو کیا شب کو سمجھی ہے تیری نگاہ	کہ پھیلا ہوا ہے یہ کمّل سیاہ

قاسم۔ وہ پھر تیرے غمزے کا خنجر چلا	وہ تیرا جگر میں، وہ دل پر چلا
جگر اور دل سے اُچھلنے لگا	تو آنکھوں سے پھر خون اُبلنے لگا

زُہرہ۔ تو کیا ہے، زمیں لال ہو جائیگی	مری چھت، ترا گال ہو جائیگی

قاسم۔ بجا ہے یوں ہی تو رنگ لائے لہو	ترا حُسن دنیا میں ہو سُرخ رو
یہ چھوٹا سا مُنہ اور ذرا سی زباں	خدا جانے باتیں بھری ہیں کہاں
غضب نوک کی مجھ سے لیتی ہے تو	کہ برچھی بنی ہے تری گفتگو
یہ باتیں تری سب جگر میں چبھیں	جگر ہی میں کیا، جسم بھر میں چبھیں

دکھانے کو اب میں خفا ہو ہی جاؤں　　نہیں ہوں، مگر بے وفا ہو ہی جاؤں
ترس تجھکو آئے، یہ ممکن تو ہے　　مجھے تو منائے، یہ ممکن تو ہے

زُہرہ۔ ترس آئے لیکن ضرورت تو ہو　　وہ غصّے کی بولائی صورت تو ہو
یہ رنگت اُڑے جیسے آندھی سے دھول　　یہ رُخ زرد ہو جیسے گیندے کا پھول
مناؤں میں پھر، تو کہے جس طرح　　تو کیا ہاتھ جوڑوں، مگر کس طرح

قاسم　ہتھیلی سے اپنی ہتھیلی ملا　　دسوں انگلیوں کا ہو اِک سلسلا
ملیں ہاتھ تو رُخ اِدھر کو پھرے　　مری سمت ہوں اُنگلیوں کے سِرے

زُہرہ۔ جو تیری زباں پر روش ہے یہی　　تو ہاتھوں کی اب کیا ضرورت رہی
کیا خوب ہاتھوں کا مطلب بیان　　چلے بدلے پانوں کے بھی اپنے بان

قاسم　یہ گھاتیں، یہ چالیں، یہ پیچ اپنے چھوڑ　　یہی کیوں نہ کہدے کہ تو ہاتھ جوڑ
اگر عشق سے ہاتھ جڑوائے حُسن　　تو زیبا ہے ناز اُس کو، اِترائے حُسن
ادب حُسن کے ساتھ خود عشق کی　　کہ ہے حُسن سے آبرو عشق کی
مگر ناز مانے نہ بے جی سے لیے　　چھُری کے تلے کوئی کب تک جیے

چلو خیر، مر جاؤں میں پیشتر　　کہ دیکھوں نہ آنکھوں سے غم کی سحر

مرا خون کاش اپنے سر ناز لیں　　ٹھکانے لگے جان اگر ناز لیں

ہر اک ناز میں تیری خو ہی تو ہے　　کہ نازوں کے پردے میں تو ہی تو ہے

زُہرہ۔ کدھر اپنے نازوں کو لیجاؤں میں　　کہاں جا کے شوخی کو پھینک آؤں میں

جو نازوں سے قاسم کا جی ہٹ گیا　　تو کیا حسن زُہرہ کا کچھ گھٹ گیا

لگی چُپ، مگر مجھ سے روٹھا ہے تُو　　کہے ہاں، تو کہہ دوں کہ جھوٹھا ہے تو

قاسم۔ میں روٹھا نہیں تب بھی روٹھا سہی　　وہ روٹھا ہی کیا بلکہ جھوٹھا سہی

یہ کہہ سُن چکی، اب تو چین آ گیا　　ترا دل ہوا خوش، مرا کیا گیا

ابھی ہوں گے باقی ستم اور بھی　　تجھے میرے سر کی قسم، اور بھی

ستم تیری شوخی، ستم تیرے ناز　　نہ کم تیری شوخی، نہ کم تیرے ناز

چُھری چل رہی ہے تری ذات سے　　کہ کٹ کٹ گیا ہوں میں ہر بات سے

بدن تر پسینے سے ہونے لگا　　نہیں تو یہ، صدمے سے رونے لگا

غرض ہر ادا سے مرے دل کو توڑ　　مری جاں لیکر مری جان چھوڑ

زُہرہ۔ اے میری شوخی کو اتنا نہ ٹوک　　زباں روک، شوخی سے مجھکو نہ روک

دکھاؤں میں کیا شوخیاں رات ہے — کروں کیا، یہ پہلی ملاقات ہے
جھجھکتی بھی ہوں، ہچکچاتی بھی ہوں — نیا پا کے تجھکو، لجاتی بھی ہوں
اگر شوخیوں ہی پہ میں تُل پڑوں — تو بجلی سی چمکوں، ابھی کھُل پڑوں
زمانے کی گردش اِن آنکھوں میں ہے — شب آنکھوں میں ہے اور دن آنکھوں میں ہے
فضا کو نچاؤں نظاروں کے ساتھ — پھرے جیسے پُتلی اشاروں کے ساتھ
قیامت کا پُتلا ہے قامت نہیں — جو شک ہو تو گویا قیامت نہیں
یہ کیا کہہ رہی ہوں میں نادان ملے — کہیں سُن کے لالچ ترا بڑھ نہ جائے
کہوں کون بات اور سنوں کون بات — کہانی بڑی اور چھوٹی ہے رات
کبھی پھر جو ملنا...... وہ کیا، اے غضب — اذاں، وہ اذاں، ہائے اللہ اب

قاسم۔ پہر رات سے ہوگئی کیا اذاں — صدا پہرے والے کی ہے یا اذاں

زُہرہ۔ نہیں ہے اذاں! واہ، کیونکر نہیں — کہ پہرے میں اللہ اکبر نہیں
وہ کیا مُرغ بولا، سحر ہے سحر — خدا کے لیے جلد اُتر، جلد اُتر
ابھی دل کی دل ہی میں حسرت رہی — اگر زندگی ہے تو پھر کل سہی

قاسم۔ یہاں سے اُٹھا آج تو کل کے ہاتھ — میں جاتا ہوں، اب کل کی ہے کل کے ہاتھ
(اُتر گیا)

پانچواں ایکٹ

پہلا سین

مقام۔ مکان کے اندر

صفیہ، قاری، اور حبیب، موجود۔

صفیہ۔ تو کیا اُس کا سوچ اب کسی کو نہیں — اُڑے وہ مُوا دھونی والا کہیں
نگوڑا جنم لے کے شیطان کا — اجیرن ہوا ہے مری جان کا
لکھی ہے گلی اُس کی تقدیر میں — ملی یہہ زمیں اُس کو جاگیر میں
نہ ٹالے ٹلے اور نہ مارے مرے — کوئی میرے اللہ اب کیا کرے

قاری۔ مرے دل میں ہیں غم کے داغ اِس طرح — شریفے میں بیج اُسکے ہوں جس طرح
جگر میں لہو کا یہ توڑا ہوا — کہ گویا ہے لیمو نچوڑا ہوا
نہ کھانے میں لذّت، نہ پینے میں لُطف — نہ مرنے پہ قابو، نہ جینے میں لطف
مگر زور موذی پہ چلتا نہیں — مرے تو ٹلے، یوں تو ٹلتا نہیں

حبیب۔ وہ ٹلتا نہیں، یہ بھی اچھّی کہی — اجل پر جو بات اُٹھ رہی، کیا رہی
ہمیں اُس سے پہلے جو مرجائیں تو — ابھی بات کرتے گزر جائیں تو
ارے بھائی، جی کا سہارا ہی کیا — دم آئے نہ آئے، اجارا ہی کیا
کریں۔ دے کے چکما، گلی اُس سے پاک — وہ کمبخت اُڑے اِس طرح، جیسے خاک

قاری۔ اُلجھ پڑتے ہو، آؤ دیکھو نہ تاؤ — گرائے نہ تم کو تمہارا ہی داؤ
بچی ایک دن بال بال آبرو — تو اب لے نہ ڈوبے یہ چال آبرو
وہ تھانے کا جھٹکا غضب تھا غضب — بہت کھو کے سیکھا ہوں، توبہ ہے اب

حبیب۔ وہ دن اڑ گئے، ہوں خبردار اب — رہوں کیں کانٹے سے ہشیار اب
نہ آنچ آئے ہم پر، نہ یہ گھر مٹے — وہی بے حیا جل بجھے، مر مٹے

قاری۔ میں راضی ہوں لیکن اگر ہو یہی — کہو تو سہی، میں سنوں تو سہی

حبیب۔ کہے رو کے زُہرہ کہ ہے دل میں درد — اُٹھے اور گرے جیسے ٹھوکر سے گرد
بچھونے پہ لوٹے، نہ ہو جی کو چین — نہ ہو خاک پر جیسے مچھلی کو چین
تڑپتی رہے اور اُچھلتی رہے — یہ کروٹ، وہ کروٹ، بدلتی رہے
دبائے کبھی ہونٹھ دانتوں تلے — کبھی آہ کر کے کلیجا ملے
کبھی آنکھ کھولے، نہ کھولے کبھی — کبھی مُنہ سے بولے نہ بولے کبھی
کبھی ہاتھ تانے، کبھی چھوڑ دے — کبھی سانس کھینچے، کبھی توڑ دے
طبیب آئیں تو ہمتیں ہار جائیں — دعائیں فقیروں کی بیکار جائیں
مجھے غل یہ شب کو کہ ہے ہے مری — جوانی کی موت ایسی حسرت بھری

نہ ہو شب کے پردے میں یہ راز فاش — کریں دفن ہم سب بناوٹ کی لاش
نکالے یہ چوٹ اُس سڑی کا جنون — وہ لے آپ ہی اپنے سر اپنا خون

فاری۔ ذرا موت کا نام معیوب ہے — مگر ٹھیک آ ترے تو بُل خوب ہے
وہ کافر جو دنیا سے اِس غم میں جائے — تو اپنی بلا سے، جہنم میں جائے

صفیہ۔ تو رات آئی زُہرہ ابھی سے پڑے — مُوئی لاش بس رات ہی میں گڑے
کرے دیکھوں اب کیا نصیبے کا پھیر — مری جان زہرہ ترے جی کی خیر

پانچواں ایکٹ

دوسرا سین

مقام، مکان کے اندر
زُہرہ، مصنوعی بیماری کے بستر پر، اپنے خیال کے ساتھ

تو پھر، ہاں وہ کیا، اُس سے وعدہ مگر — بلائیں اُدھر ہیں، بلائیں اِدھر
بُوا، ماں، پھوپھی، سب تو ہیں پاس پاس — ہیں دیدہ، یہ پلکیں مرے آس پاس
میں اس گھر میں یوں جیسے سر میں جنون — پھنسی ہوں میں جیسے رگوں میں ہو خون
یہ آنکھوں کے پھندے، یہ نظروں کے جال — بچوں ان سے کیونکر، چلوں کون چال

جو یہ میرے دامن کو پا جائیں گی   تو پنجوں کے کانٹوں میں اُلجھائیں گی

جلن سے اُجالا کیے ہے چراغ   یہ دیتا ہے میرے جلے دل کو داغ

اِسے، اُٹھ کے چپکے سے ٹھنڈا کروں   مگر دیکھ لے کوئی تو کیا کروں

الٰہی پتنگے کہاں مر گئے   وہ شاید کسی اور کے گھر گئے

مرا دل ہو ٹھنڈا جو آ جائیں وہ   لگی میرے جی کی بجھا جائیں وہ

اندھیرے میں شاید..... مگر یہ بخیر   کر گئی بس اب روح کوٹھے کی سَیر

تو کوٹھے پہ کیا خاک ہے، کچھ نہیں   جہاں "وہ" ہوا، رُوح جانا وہیں

یہ کہنا کہ وعدے پہ آتی، مگر   بلاؤں میں تھی جیسے بالوں میں سر

وہ کمرے میں اور پاسباں ہر طرف   جگر بیچ میں، پسلیاں ہر طرف

ہوس تھی، مگر تھا نکلنا محال   وہ تھی، جیسے گونگے کے دل میں خیال

پھنسی، آگ پتھر میں ہو جس طرح   دبی تھی، نکلتی وہ خود کس طرح

گھری دشمنوں میں، پڑی قید میں   کوئی چور جیسے کڑی قید میں

تو کیا اِسکو وہ سچ سمجھ جائے گا   دل اُلجھا ہوا کیا سُلجھ جائے گا

وفا، تُو ہی کہہ، کیا کروں کیا نہیں   میں وعدے کو پورا کروں یا نہیں

نہیں مجھکو تو ہے اضطراب   مگر بیچ میں آ پڑا ہے حجاب

اُبھرنے نہیں دیتی حیرت مجھے   بغل میں دبائے ہے غیرت مجھے

حیا ہے کہ پاؤں میں ہیں بیڑیاں   بچھونے پہ رگڑاتی ہیں ایڑیاں

نہ ہوتی اگر شرم کی مجھکو بیچ — تو میں کھولتی درد کا جھوٹھ سچ
یہ سب جیتے جی آج ماریں مجھے — چلو گھر کی عزّت پہ واریں مجھے
میں کیو نکر نہ سمجھوں جنونی اِنھیں — کہ سوجھی نہ یہ بد شگونی اِنھیں
کہاں ہے خدا، میں جو پاتی اُسے — تو دل کھول کر غم دکھاتی اُسے
وہ ہے میری گردن کی رگ سے قریب — مگر اُس کی رحمت سے میں بے نصیب
جلی ہوں خدا کی قسم، بخت سے — ملے تو سمجھ لوں میں کمبخت سے
پھر آخر کروں کیا، تو کیا ڈر ہی جاؤں — تو کب تک ڈروں، اب جگر کر ہی جاؤں
نُکیلی نظر تن کے برچھی بنے — ڈریں سب جو یہ بنکے برچھی تنے
طبیعت بگڑنے پہ آئے نہ کیوں — زباں کھُل کے لڑنے پہ آئے نہ کیوں
دل اپنا ہی تو ہے، مچل کیوں نجائے — رُخ اپنا ہی تو ہے، بدل کیوں نہ جائے
چڑھے کیوں نہ تیوری کہ ہٹ جائیں سب — بڑھے کیوں نہ غصّہ کہ گھٹ جائیں سب
لڑوں کیوں نہ سب سے، کڑی کیوں نہ ہوں — پڑی کیوں رہوں میں، کھڑی کیوں نہ ہوں
تو کیا سب سے جیتوں، یہ ممکن نہیں — چلے زور، اتنا مرا سِن نہیں
نہ لوں سانس، جھیلوں کڑی پر کڑی — خدا جانے عورت میں کیوں ہو بڑی
وہ کیا ہالے میں بھولی خدا جانے کیا — ابھی سوچتی تھی میں کیا جانے کیا
کہاں آپ میں ہوں، کہیں کھو گئی — خدا کی قسم میں سڑن ہو گئی
ترے دل کو بھلا و ن خاک اے جنوں — بچھونے پہ تنکے نہیں، کیا چُنوں

مٹا دوں میں پلکوں سے تنکوں کا کال ۔۔۔ کہ تنکے سمجھ کر چنوں اِنکے بال
جو آنکھوں کے ڈھیلوں سے لیں آج کام ۔۔۔ تو رکھ لیں یہ آنسو لڑکپن کا نام
ببولوں کے کانٹے میں پاؤں کہاں ۔۔۔ کوئی لاکے جنگل کو رکھدے یہاں
میں خود ہی تو ہوں رونگٹونسے ببول ۔۔۔ مری اُنگلیاں پھل ہیں، رُخ زرد پھول
خدا جانے اب خاک ہے کس جگہہ ۔۔۔ نہ کھیت اِس جگہہ ہے، نہ ریت اِس جگہہ
کہیں ہو تو ہو، میں کہاں پاسکوں ۔۔۔ اُڑانے کو جاؤں اگر جاسکوں
جو ہاتھوں کو مِل جائے دل کا غبار ۔۔۔ تو اپنے جنوں کا نکالوں بخار
کریں کاش آنکھیں جنوں کا علاج ۔۔۔ بہا دیں مرے جسم کا خون آج
میں اُلفت کو سمجھی کہ ہے بَد بلا ۔۔۔ جو صدقے میں جی دوں تو ہو رَد بلا
سڑن ہی تو ہوں، دل کڑا کرنہ لوں ۔۔۔ کبھی کی عوض میں ابھی مر نہ لوں
کچھ آفت تو مرنے میں ہوتی نہیں ۔۔۔ میں کیا رات کو پڑکے سوتی نہیں
مگر موت کمبخت آئے بھی تو ۔۔۔ وہ دنیا سے مجھکو اُٹھائے بھی تو
جو پاؤں تو لاؤں میں بس میں اُسے ۔۔۔ خوشامد کروں دیکے قسمیں اُسے
یہ مانا کہ مَوت آج آ بھی گئی ۔۔۔ مراد اپنے دل کی میں پا بھی گئی
مگر پتلیوں میں دم اٹکے تو پھر ۔۔۔ نظر بنکے حسرت، جو ہو منتظر
یہ حسرت کا ایسا بجوگ آپڑا ۔۔۔ کہ مرنے کو بھی اب ترسنا پڑا
کہاں مر گئی موت، آئے یہاں ۔۔۔ وہ پائیگی جان ایسی پیاری کہاں

یہ سیرت کہ حوروں کی سیرت سے نیک — یہ صورت کہ لاکھوں حسینوں میں ایک

یہ ماتھا، ورق جیسے قرآن کا — یہ دل، صاف ستھرا گھر ایمان کا

یہ لب میرے، اللہ کا جِنپہ نام — یہ آنکھیں کہ پڑھتی ہیں اُسکا کلام

مگر، موت اکیلی ہے، دنیا بڑی — خدا جانے وہ ہے کہاں اِس گھڑی

کہیں ہو، جو مجھ تک وہ اسوقت آئے — تو پانوؤں کی مہندی نہ کچھ چھوٹ جائے

میں ناچار ہوں، جان مجبور ہے — زمیں سخت ہے، آسماں دور ہے

زمیں سخت ہے تو وہ کمبخت ہو — مری جان کیوں اِس قدر سخت ہو

ہے دور اِس بدن سے ضرور آسماں — مگر روح سے کب ہے دور آسماں

تو کیا دَم مرا یوں ہی اٹکا رہے — تو کیا غم کا ہر وقت کھٹکا رہے

پڑے موت کو موت، اُجڑ جائے وہ — مرے بدلے مٹّی میں گڑ جائے وہ

اجل کا فرشتہ کہاں کھو گیا — وہ سُنتا نہیں کچھ، تو کیا سو گیا

دل اُس سے پکا ہے، جو پا جاؤں میں — تو کچّا اُسے آج کھا جاؤں میں

بھڑکتی ہے دل میں قیامت کی آگ — جہنّم سے او میری اُمید بھاگ

قیامت کے دن سے کڑی ہے یہ رات — جو ناپو تو اُس سے بڑی ہے یہ رات

قیامت کو سورج ہو سر سے قریب — یہاں آگ بھڑکی جگر سے قریب

بھرے تھے کہاں اتنے آنسو بھلا — لہو بھیس بدلے ہوئے بہ چلا

ضرور آنسو نہیں، لہو، تو ہے آج — کہ مونگے کا دانہ ہر آنسو ہے آج

کہیں بوند بھر اب نہ رہ جائے تو | مری جان چھوٹنے جو بہ جائے تو
گلا کاش آ جائے دانتوں تلے | کہ شہ رگ پہ دانتوں کا قابو چلے
جو پاؤں تو دل کو نچھوڑوں کبھی | مَیں اُس کا لہو سب نچوڑوں ابھی
کہاں تک میں او موت کوسوں تجھے | کہ مرنے کے لالے پڑے ہیں مجھے
تو وعدہ، ارے پھر وہ دھیان آگیا | مرا جی جلا دھیان کا کیا گیا
مرا حافظہ اے خدا چھین لے | نہیں تو مجھے غش سے تسکین دے
سنا لیں مجھے آج شامت کے دن | سمجھ لونگی سب سے قیامت کے دن
سُنے گا خدا اس جلن کا گِلہ | کہ ڈنکا بجائے گا مصر آبلہ
کروں ایسی فریاد اللہ سے | کہ میدان گونجے مری آہ سے
کلیجے کو ہونٹھوں پہ لے آؤں مَیں | لہو ٹپ ٹپ آنکھوں سے ٹپکاؤں مَیں
جگر خون ہو کر بہے تو سہی | مری شکل سب کچھ کہے تو سہی
مگر تب تک آئیگا کیونکر قرار | قیامت کرے حشر کا انتظار
میں چُپ ہوں مگر دل بھبھونسے ہے سرد | مرا غم ہے نادان بچے کا درد
تو کب تک رہوں دل سنبھالے پڑی | میں کیوں ایسی غیرت کے پالے پڑی
حیا کیا ہے، آنکھوں کا پانی ہی تو | اُڑے یہ تو کیا ہے، جوانی ہی تو
میں کُھل کھیلوں آنکھیں دکھا کر تو پھر | حیا کو تجوں ضد پہ آکر تو پھر
مگر یہ ڈِٹھائی جو کی بھی تو کیا | جو میں بے حیا بن کے جی بھی تو کیا

ابھی غم پہ غم اور رونے کو ہے — ستم پر ستم اور ہونے کو ہے

تو کیا قاسم ایسی کڑی جھیل جائے؟ — وہ انجان ہے جان پر کھیل جائے

اگر وہ جنازے پہ قربان ہو — تو میری محبت پشیمان ہو

قیامت میں کیا مُنہ دکھاؤں گی میں — اُسے دیکھکر جھیپ جاؤں گی میں

کہاں تک مری جان صدمے سہے — یہ کس کی رہی اور کس کی رہے

مگر زور اِس دَم سے چلتا نہیں — کھٹکتا ہے کانٹا نکلتا نہیں

اِسی دَم کے چلتے ہے جینا مرا — یہ اپنا بنائے ہے سینا مرا

ہمیشہ یہ مُنہ سے نکالا گیا — مگر پھر کے آیا یہیں بے حیا

نہ ہو چین، لیکن قضا بھی نہیں — مرے پاس تو سنکھیا بھی نہیں

تو ہیرا انگوٹھی کا کھا کیوں نہ لوں — میں یوں اپنا جھگڑا چکا کیوں نہ لوں

مگر سُنکے مرجائے قاسم غریب — تو ہو مجھکو دھبّا لہو کا نصیب

کِھلائے جو گُل حشر میں یہ لہو — تو ہو حُسن میرا وہاں زرد رو

نہ جیتے بنے اور نہ مرتے بنے — تو پھر کون سا کام کرتے بنے

وہ کچھ ہو، جگر تو کروں گی ضرور — خدا کی قسم میں مروں گی ضرور

چلو خیر، دونوں کا خوں ہی سہی — ملے روح سے روح یوں ہی سہی

یہاں رہکے کڑیاں نہ جھیلوں گی میں — وہاں جاکے جنّت میں کھیلوں گی میں

گذر ہو وہاں بھی جو ماں باپ کا — تو کہہ دوں کہ یہ گھر نہیں آپ کا

(زور سے) بُوا (آہستہ سے) لے وہ بولی، آئی مرے
(آہستہ) نہیں سوئی، اللہ غارت کرے

(زور سے) بُوا، لے بُوا، ہائے کیا ڈر گئی
ابھی خواب دیکھا کہ مَیں مر گئی

تو کیا مر گئی ہیں، ابھی تو نہیں
اُٹھے موت، بس ہیں وہی تو نہیں

مگر ہے مری تاک میں وہ ضرور
ملائے مجھے خاک میں وہ ضرور

وہ ہو گرد جس کا بدن نام ہے
مجھے تو فقط روح سے کام ہے

تو کیا جسم سے روح تربت کو جائے
ہوا ہو کے سیدھی یہ جنّت کو جائے

بُوا مان لے اتنا کہنا مرا
پنہا دے مجھے خوب گہنا مرا

لگاؤں میں کاجل، سنواروں میں بال
بناؤں میں گھونگھر، بچھاؤں میں جال

اجل کا فرشتہ پھنسے جال میں
کہ پھندا بلا کا ہو ہر بال میں

یہ رات، اس میں مہندی کہاں پاؤں میں
تو کیا ہاتھ خالی ہی لے جاؤں میں

لہو روتے روتے ہوئے گال لال
میں ہاتھ اپنے رگڑوں کہ ہوں لال لال

جو موت آ کے دیکھے تو پیار آ ہی جائے
نہ چھوڑے مری جان، للچا ہی جائے

ابھی تک رہی آدمی بن کے روح
اُڑے اب بدن سے پری بن کے روح

مرے منہ پہ کیا مُردنی چھائی ہے
ابھی ایک جھپکی مجھے آئی ہے،

میں کیا کہہ اُٹھی، کچھ نہیں، کچھ نہیں
کسی نے کیا یاد مجھ کو کہیں

اُسی نے، وہ ہاں ہاں وہی، موت ہائے
یہ دنیا کا جھگڑا جہنم میں جائے

(آہستہ سے) فرشتہ جو قاسم کی صورت کا ہو
تو پھر میرا مرنا محبّت کا ہو

(زور سے) وہ پھر آئی ہچکی، بس اب میں چلی — کہاں میں، کہاں گھر، کہاں یہ گلی
زباں تو اب اللہ کا نام لے — چل او روح جنّت میں آرام لے
(آہستہ سے) نہیں تو یہ، بھٹکے کہاں میری روح — جہاں میرا قاسم وہاں میری روح
(چپ ہو رہی)

پانچواں ایکٹ

تیسرا سین

مقام، مکان کے اندر
گھر والیاں، زُہرہ کے پاس

صفیہ — اے، کیا ہوا، چپ ہوی، چل بسی — میں اب کیا کروں، بول او بے کسی
گئی تو مرا آسرا توڑ کر — گئی تو اکیلی مجھے چھوڑ کر
گئی تو مری کوکھ خالی ہوی — اری میری گودوں کی پالی ہوی
مرا حق بھی کچھ تجھپہ تھا یا نہ تھا — چلی کیوں لحد کو، یہ گھر کیا نہ تھا
تجھے مجھ سے یوں چھین لیجائے موت — کسی کو نہ چھوڑے گی تو، ہائے موت

حلیمہ (زُہرہ کی پھوپھی) — دیا تو نے زُہرہ کلیجے پہ داغ — بجھا ہائے بے وقت گھر کا چراغ
کہاں چھٹ پڑی موت غارت گئی — جوانی تری کیا اکارت گئی

امین۔ اری میری بچی، تجھے کیا ہوا مرے تو، جیئے ہائے تیری بُوا
جو یہ جانتی تو کھلاتی نہ میں تجھے دودھ اپنا پلاتی نہ میں
(گھر میں کہرام مچا ہوا ہے)

پانچواں ایکٹ

چوتھا سین

مقام، گلی

قاسم، مصنوعی جنازے سے لپٹ کر اپنے چھری مارتا ہے۔

قاسم۔ تو کیا مرگئی، غُل تو ہے، مرگئی مری مجھ سے پہلے، ستم کر گئی
الگ کٹ کے چپکے سے چلدی تو کیوں پڑی ایسی مرنے کی جلدی تو کیوں
ہوا سے بھرا گیا جہاں اِسقدر کہ ایک اُسکے دم کا نہ تھا اَب گزر
ہوئی کس طرح تنگ اُسپر جگہہ کہ میدان خالی تو ہے ہر جگہہ
ابھی کیوں نہ دنیا میں زُہرہ تھمی خدا کے یہاں رزق کی کیا کمی
اجل کا کٹھن وقت جب آپڑا قدم مجھ سے آگے اُسی کا پڑا
قیامت میں اب مُسکرائے گی وہ مرے سر کو نیچا دکھائے گی وہ
کہیں اُسکے مرنے کا دھوکا نہ ہو تو سکتہ سمجھ لوں میں، ہو یا نہ ہو
مگر وہ بھی ہے موت کا نام ایک ہے سکتے کا اور موت کا کام ایک
میں نبض اُسکی چھولوں تو ہو یہ گُمان کہ پھر اُسکے پانوں پلٹ آئے جان

تو چھو ہی نہ لوں جا کے، لیکن نہیں — مجھے دست رس ہو یہ ممکن نہیں

جمی ہونگی گھر والیاں آس پاس — جمیں جس طرح رونگٹے پاس پاس

تو کیا وہ جہاں ہیں میں جاؤں وہیں — مگر دیکھیئے، اب ملے یا نہیں

وہاں مجھکو دھوکا جو ہو جاسے تو — وہ حوروں میں ہل کر جو کھو جاسے تو

نہیں جی، نہ پہونچے اُسے کوئی حور — رہے بڑھکے حوروں سے زُہرہ کا نور

نہ حوروں میں غمزے، نہ حوروں میں ناز — نہ شوخی سے اُن کی زبانیں دراز

نہ اِترا کے عاشق کا دل تل سکیں — نہ لچکا کے اپنی کمر چل سکیں

نہ عشووں سے بے چین کرنے کی خو — نہ ہاں کہہ کے اُن میں مکرنے کی خو

ہوں صرف آنکھیں جو کالی تو کیا — نظر آئیں جادو سے خالی تو کیا

کرشموں سے، شوخی سے اور نور سے — میں زُہرہ کو پہچان لوں دور سے

مگر ہو نہ شاید وہ مجھکو نصیب — کہ رضواں نہ ہو جائے میرا رقیب

اجی، وہ فرشتہ ہے، پھر وہم کیوں — سڑی ہو گیا ہے مرا فہم کیوں

مگر اُسکے آنکھیں بھی ہیں، دل بھی ہے — وہ ایسا ہے تو شک کے قابل بھی ہے

کہاں شک میں دل گھر کے چکرا گیا — مرا مفت کا سر جنون پا گیا

وہ مر ہی گئی، خیر ناچار تھی — یہ گھر اُس نے بدلا کہ بیمار تھی

کہا تھا کہ آؤنگی، خوب آئی وہ — کفن میں چھپی ایسی شرمائی وہ

یہ آنکھیں چرانا بہانے کا ہے — یہ مرنا بہانہ، نہ آنے کا ہے

ہوا "توبہ" دل بدگماں، میں نہیں　　گنہگار ہے یہ زباں، میں نہیں

غضب ہے کہ یوں جی پہ کھیلی ہے وہ　　اندھیری ہے گور اور اکیلی ہے وہ

وہ ظلمت سے شاید نہ ہو بے حواس　　کہ ایمان کا نور ہے اُس کے پاس

گئی لیکے دنیا سے حسرت کا داغ　　وہی کاش روشن ہو بنکر چراغ

عدم میں تھی کون ایسی لالچ کی چیز　　ہوئی مجھ سے بڑھکر اُسے جو عزیز

میں سمجھا کہ زُہرہ تھی بے اختیار　　نزاکت سے تھی جسم پر جان بار

کہاں منہ سے سیدھی نکلتی تھی سانس　　بہت تنگ ہو ہو کے چلتی تھی سانس

نہ منہ میں سمائی، یہی بات ہے　　گئی اور نہ آئی، یہی بات ہے

بڑے زُہد پر اُس نے باندھی کمر　　کہ خلوت میں اب وہ کریگی بسر

اجل کے فرشتے کو یہ کیا ہوا　　وہ محرم نہیں تھا اُسے کیوں چھُوا

ضرور اچھی صورت اُسے بھا گئی　　فرشتے کو زُہرہ پسند آ گئی

اُسے لے اُڑا چاہ کے جوش میں　　نہ جاتی وہ ہوتی اگر ہوش میں

دکھائینگے آنکھیں نکیرین آج　　وہ کیا جانیں زُہرہ ہے نازک مزاج

تو کیا اُس سے کچھ کر سکینگے سوال　　وہ رُخ دیکھکر ہوگا سکتے کا حال

خوشی او اجل ہو گی کیا کیا تجھے　　ملی آج سونے کی چڑیا تجھے

لحد کے قفس میں نہ کر بند اُسے　　مجھے دے کہ رکھوں نظر بند اُسے

بڑی چیز او خاک پائے گی تو　　مگر یہ ستم ہے کہ کھا لے گی تو

نہ کاش ایک اُسکا لہو تو پیئے   ہزاروں غذائیں ہیں تیرے لیئے

جو اُسکے بدن کو نہ تو کھائے گی   تو کیا جان تیری نکل جائے گی

تری حرص کمبخت مانے گی بھی   وہ کیا حُسن کو حُسن جانے گی بھی

نہ ہوں جسکے آنکھیں، نہ ادراک ہو   اُسے حُسن کی قدر کیا خاک ہو

جو مٹی میں ایسی پری یوں سے ملے   تو دل سبکے شاید لحد خود سے ملے

پری ہی تو تھی اُڑکے چل دی تو کیا   ہوا ہوکے حالت بدل دی تو کیا

میں تھا نزع کے وقت آنکھوں سے دور   دم آنکھوں میں اٹکا تو ہوگا ضرور

ذرا اہل کے چپ ہو رہے ہونگے ہونٹھ   خموشی میں کچھ کہہ گئے ہونگے ہونٹھ

دل اٹکا تھا مجھ سے تو ہے یہ قیاس   کہ ہو روح اُسکی مرے آس پاس

ہَوا ہوکے وہ گرد پھرتی رہے   مگر بے دہن، بےزباں، کیا کہے

ہے ادراک، پھر خاک اُسے چین ہو   تڑپتا مجھے پاکے بے چین ہو

جِلا دے اِسے، رحم کرا و مسیح   اُتر آسماں سے اُتر آو مسیح

ارے آسمانو اُتارو تمھیں   سفارش کرو او ستارو تمھیں

تمھیں او خضر جان اِسے آکے دو   تمھیں چار بوندیں اِسے لاکے دو

مسیح اور خضر کیا اِسے دینگے جان   خدا دے تو دے، یہ اُسی کی ہے شان

دوبارا ہو جینے کا یارب رواج   بدل جائے فطرت کا قانون آج

اگر روح زُہرہ کی پھر آئے گی تو   تو برزخ کی دولت نہ گھٹ جائیگی

اگر ایک مردہ نہ پائے گی گور — تو فاقے سے کچھ مر نہ جائے گی گور
اگر دم کسی کا پلٹ آئے آج — تو کیا موت کا گھر اُجڑ جائے آج
جو ہستی کو واپس کوئی جان ہو — تو بستی عدم کی نہ ویران ہو
تو کیا جان اُس کی نکل ہی گئی — قضا کی چُھری اُسپہ چل ہی گئی
وہ زندہ ہی، توبہ، غلط یہ اُمید — جو شک ہو تو رضوان سے مانگوں رسید
تو کیوں مانگنے جائیگا کوئی غیر — چلو، جان میری ہی جاتی ہی خیر
وہ کیا ہی رہے ہین کفن، یا نصیب — وہ جسم اور یہ پیرہن، یا نصیب
وہ زیبا تھا اُسپر، یہ زیبا نہین — کفن کچھ دوپٹے سے اچھا نہین
بدن اُس کا لائیگا خاک اِسکی تاب — ہوی کیا نزاکت کی مٹی خراب
مین کاندھا جنازے کو دون یا نہین — مرا دل جھجھکتا ہے کیون، کیا نہین؟
مین سمجھا کہ سب روک لینگے مجھے — جنازے کو چھونے نہ دینگے مجھے
جو چھو لون تو چُپ سُن نہ لیٹے کبھی — کفن پھاڑ کر اُٹھ کھڑی ہو ابھی
بڑا پیچ او زندگانی پڑا — کہ اِس آرزو پر بھی پانی پڑا
بس اب آ پڑا موت کا سامنا — مجھے ہمت اُسوقت تو تھامنا
بس او زور گھٹ جا، ہی گھٹنے کا وقت — بس او عمر کٹ جا، ہی کٹنے کا وقت
رگون مین نہ دوڑ او لہو خشک ہو — رگ او نبض، او حلق تو خشک ہو
ہے اب زہر او زندگی تو مجھے — ہَوا ہو قفس، تو نہ اب چھو مجھے

جنازے کی تو ہین نظر در پہ رہ — اجل وقت کی منتظر سر پہ رہ

چھری، تو مری جان کے ساتھ ہے — مری آبرو اب ترے ہاتھ ہے

سلوک آج کرنا مرے ساتھ تو — بہکنا نہ اسوقت او ہاتھ

جنازہ وہ لاتے ہیں، یاد ش بخیر — نکل او چھری، اب کلیجے میں تیر
(نکال لی)
دل اور روح اُس سے، مگر کس طرح — لپٹ کر جنازے سے، ہاں، اِس طرح

(اپنے سینے میں چھری مار

پانچواں ایکٹ

پانچواں سین

مقام، گلی

زُہرہ، قاسم کی لاش سے لپٹ کے اپنے چھری مارتی ہے

زُہرہ۔(شور سنکے) وہ کیا شور ہے، مرگیا، مرگیا — یہ کون اپنے جی پہ ستم کر گیا

کہیں وہ مرا دھونی والا نہ ہو — مرا منہ قیامت میں کالا نہ ہو

(آہستہ سے) بُو آرہی ہی (زور سے) ارے کیا ہوا — تو کیا مرگیا قاسم اچھا ہوا

میں ڈیوڑھی سے دیکھوں تو (دیکھکے) ہی ہی، وہ خون — لہو بنکے نکلا ستمگر کا جنون

وہ لاش، اسے وہ تڑپا، ابھی جان ہی — اسے میرے ملنے کا ارمان ہی

پہلے، مین چلی (دیکھکے) وہ چھری (لپک کے) یہ چھری — اجل تو بھلی، زندگی تو بری

(مخاطب ہوکی) اکیلا نہ جا، مَیں ترے ساتھ ہوں — میں قربان تجھپر، چل او ہاتھ، ہوں

(ہوں کے ساتھ ہی اپنے سینے میں چھری ماری)

———— ❖ ————

خاتمہ

تصنیف کی تاریخ کے ساتھ

بس اپنے قلم کو اب اے شوق روک
ستم کرگئی، اسکی چال، اسکی نوک

یہ کیوں بنکے خنجر پڑا تیرے ہاتھ
کہ دو خون اسنے کیے ایک ساتھ

اِدھر عشق، اُدھر حُسن اور جان ایک
دل اُنکے تھے دو لیکن ارمان ایک

کشش تو کشاکش پہ تیار تھی
خلش دشمنوں کی مگر خار تھی

دلوں میں تمنائیں سمٹی ہوئی
لرزتی تھیں سینوں سے چمٹی ہوئی

جو دونوں میں پایا گلہ یاس کا
قضا نے کیا فیصلہ یاس کا

جفا بخت کی گو لہو کر گئی
وفا کو مگر سُرخ رو کر گئی

وفا بڑھکے بولی کہ یوں نام ہو
چُھری چلکے پہونچی کہ یوں کام ہو

فنا کو ہوئی ہو گی شرمندگی
کہ اس موت کا نام ہے زندگی

الٰہی، یہ قصّہ کھلائے وہ باغ
کہ گُل ہو گُلستاں میں گُل کا چراغ

جُنوں عشق کا، حُسن، جانے اِسے
فسوں حُسن کا، عشق، مانے اِسے

زباں بنکے، خود بول اُٹھے، داستاں
کہ جادو ہے یہ لکھنؤ کی زبان

اس اُردو سے چمکا لطافت کا نام
کہ اس میں نہیں ہے اضافت کا نام

صفائی وہ بندش نے کی اختیار
کہ ہر سطر پہنے ہے ہیروں کا ہار

کھلی اِس کی تاریخ پر یوں زبان

لڑی موتیوں کی ہے یہ داستان

١٣٢٨ھ